قرآنی نظامِ ربُوبیت کا پیامبر

طلُوعِ اِسلام

ماہنامہ ——— لاہور

خط و کتابت
ناظم ادارۂ طلُوعِ اسلام (رجسٹرڈ)
۲۵/بی۔ گلبرگ ۲، لاہور ۱۱
پوسٹ کوڈ ——— ۵۴۶۶۰
ٹیلیفون : ۸۷۹۲۴۶

فہرستِ مضامین

۱ قائدِ اعظم کے تصوّر کی اسلامی مملکت ——— ادارہ ——— ۲
۲ لمعات ——— ادارہ ——— ۳
۳ مرا مرنا خلوصِ نوحہ گر کی آزمائش ہے ——— عُمر دراز ——— ۸
۴ بالن کی پلیٹ ——— فرخندہ اعزاز ——— ۱۱
۵ کون سمجھے گا اسے ——— قاسم نوری ——— ۱۴
۶ عقیدت کے پھُول ——— ادارہ ——— ۳۳
۷ قرآنی تعلیم بچّوں کیلئے ——— قاسم نوری ——— ۳۶
۸ حقائق و عبر ——— ادارہ ——— ۳۹
۹ فکرِ قرآنی کا سفر ——— قاسم نوری ——— ۴۲
۱۰ اشتہار ——— ۶۰
۱۱ QURAN AND GULF CRISIS ——— غلام رسول ازہر ——— ۶۴

مجلسِ ادارت

مُدیرِ مسئول: محمّد لطیف چوہدری
معاون : ثریّا عندلیب
ڈاکٹر صلاح الدّین اکبر

ناشر : عطاءُ الرّحمٰن آرائیں
طابع : خالد منصُور نسیم
مطبع : النوُر پرنٹرز و پبلشرز
۳/۲ فیصل نگر۔ ملتان روڈ۔ لاہور ۲۵
ٹیلیفون ——— ۴۸۵۸۲۶

مقامِ اشاعت : ۲۵/بی۔ گلبرگ ۲، لاہور ۱۱

جلد ۴۴ ——— جنوری ۱۹۹۱ء شمارہ

بدلِ اشتراک
سالانہ
پاکستان ——— ۶۰ روپے
بیرونی ممالک ——— (بذریعہ سمندری ڈاک) ۱۲۵ روپے
فی پرچہ : ۵/- روپے

قائدِ اعظمؒ کے تصوّر کی اسلامی مملکت

- اسلامی حکومت کے تصوّر کا یہ **امتیاز** ہمیشہ پیشِ نظر رہنا چاہیئے

کہ

- اِس میں اطاعت اور وفاکیشی کا مرجع **خُدا** کی ذات ہے جس کی تکمیل کا

- **واحِد ذریعہ**

- **قرآن مجید** کے احکام اور اصول ہیں۔ اسلام میں اصلاً نہ کسی بادشاہ کی اطاعت ہے، نہ کسی پارلیمان کی، نہ کسی اور شخص یا اِدارہ کی۔ قرآنِ کریم کے احکام ہی سیاست یا معاشرت میں ہماری آزادی اور پابندی کے حدود متعیّن کرتے ہیں۔ اسلامی حکومت دوسرے الفاظ میں قرآنی اصول اور احکام کی حکمرانی ہے اور حکمرانی کے لئے آپ کو علاقہ اور مملکت کی ضرورت ہے۔

قائدِ اعظمؒ کا ______ عثمانیہ یونیورسٹی۔ حیدر آباد، دکن کے طلباء کو انٹرویو

لمعات

یہ سب باقی ہیں تُو باقی نہیں ہے!

سورۃ حجرات میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے

"اور اگر کبھی ایسا ہو کہ مومنین کے دو فریق آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں فوراً صلح کرا دو۔ اگر اس کے بعد ایک فریق دوسرے سے زیادتی کرے تو تم سب مل کر اس زیادتی کرنے والے فریق کے خلاف اٹھ کھڑے ہو تا آنکہ وہ اس فیصلہ کی طرف پلٹ آئے جو قانونِ خداوندی کی رُو سے کیا گیا ہو۔ سو اگر وہ لوگ اس فیصلہ کی طرف پلٹ آئیں تو ان میں عدل اور انصاف کے مطابق صلح کرا دو اور ہمیشہ انصاف کو ملحوظ رکھو۔ یہ چیز قانونِ خداوندی کی رُو سے بڑی مستحسن ہے۔" (۴۹:۹)

"یاد رکھو! ایسے حالات میں تم یہ نہ سمجھ لو کہ تم کسی دشمن کے ساتھ معاملہ کر رہے ہو۔ اگر یہ فریق غلطی سے ایک دوسرے کے ساتھ الجھ پڑے ہیں تو یہ ایسے ہی ہے جیسے دو بھائیوں میں کبھی کسی بات پر اختلاف ہو جائے) اس لئے تم انہیں بھائی بھائی تصور کرو یاد رکھو! مومن سب ایک دوسرے کے بھائی ہیں ـــــ اور ان میں صلح کراتے وقت بھی اس حقیقت کو فراموش نہ کرو کہ یہ دونوں تمہارے بھائی ہیں، تمہارا فیصلہ بلا کسی رُو رعائت کے قانونِ خداوندی کے مطابق ہونا چاہیئے اس سے تمہاری جماعت مرحمتِ خداوندی کی مستحق رہے گی۔" (۴۹:۱۰)

آج کے حالات میں ہمیں ان ارشاداتِ خداوندی پر خاص طور پر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ یہ ارشادات ہم سے کیا توقع رکھتے ہیں اور اگر ہم ارشاداتِ خداوندی کی طرف ہدائت کیلئے نظریں اٹھاتے ہیں تو ہمیں وہاں

سے کیا ہدایات ملتی ہیں اور ان کی روشنی میں ہمارے لئے کرنے کا کام کیا ہے۔

ان آیات میں اور اس سورت کی اس سے پہلے کی آیات میں بھی خطاب مومنین سے ہے اور مومنین ہی کے متعلق ہے جن میں مومنین کو تلقین کی گئی ہے کہ وہ اپنی آراء کو مرکز کے فیصلوں کے تابع رکھیں اور ہر معاملے میں فیصلے کے لئے اسی کی طرف رجوع کریں۔

یہ آیاتِ خداوندی پیشِ نظر رکھئے اور آج کے معروضی حالات پر غور کریں۔ پہلی جنگِ عظیم کے بعد عالمِ اسلام فرنگی سیاست کی چالبازی کے نتیجے میں مختلف چھوٹے چھوٹے ملکوں میں بٹ گیا۔ ان کی اجتماعیت اور اس کے ساتھ ہی اجتماعی قوّت پارہ پارہ ہوگئی' وہ ایک بڑے ہمہ گیر کُل کے جزو ہونے کی بجائے چھوٹی چھوٹی مملکتوں، چھوٹی چھوٹی قومیتوں میں بٹ گئے۔ آج بھی وہ جغرافیائی طور پر تو نزدیک ہیں مگر قلبی اور ذہنی طور پر دُور ہیں۔ ان کا وہی حال ہے جو اللہ تعالےٰ نے کفّار کا بتایا ہے (بمقابلہ مومنوں کے جو ایک دوسرے کے بھائی اور ایک دوسرے کے لئے وجۂ تقویّت ہوتے ہیں۔)

مسلمانوں کے یہ ممالک مختلف قسم کی مملکتیں ہیں، کہیں بادشاہ ہیں، کہیں امارات اور قبائلی نظام ہیں، کہیں آمریّت ہے ــــــ کچھ ایک بڑی طاقت کے زیرِ سایہ ہیں، کچھ دوسری کے حاشیہ بردار نہ ان کی اپنی کوئی حیثیّت ہے نہ طاقت، اقوامِ عالم میں ان کی اپنی کوئی حیثیت نہیں، علم و سائنس کی دنیا میں ان کا کوئی مقام نہیں ــــــ یعنی آج کے مومنوں کو کہیں بھی کوئی مقامِ مومن نصیب نہیں، ورنہ وہ نہ صِرف خود امن میں ہوتے بلکہ دوسروں کے لئے بھی پیامِ امن ہوتے، وہ تو ایک دوسرے کے لئے بھی امن کی نوید نہیں، ایک دوسرے کے مدِّمقابل ایک دوسرے کے حریف بنے کھڑے ہیں اور وہ بھی چھوٹے چھوٹے مفادات کی خاطر ــــــ لبنان میں مسلمانوں کے گروہ ایک دوسرے پر راکٹ برساتے رہے' (اور یہودی دونوں کو خون میں نہلاتے رہے) اور سارا عالمِ اسلام بے بسی کے عالم میں انہیں دیکھتا رہا۔ کوئی بھی ان کا ہاتھ نہ روک سکا ــــــ ایران اور عراق آٹھ سال تک برسرِ پیکار رہے۔ لاکھوں، بلاشبہ لاکھوں نوجوانوں کا خون بہا، اربوں، کھربوں ڈالروں کا نقصان ہُوا۔ غیروں کو اربوں کھربوں کا فائدہ ہتھیاروں کی فروخت سے ہوا، بیکار لوہا ہتھیاروں کی شکل میں خریدا گیا جو ہمارے اپنوں کا خون بہانے کے کام آیا۔ عالمِ اسلام اس جنگ سے کمزور ہُوا۔ اس کے امیر ترین ممالک کے وسائل بیکار ایک دوسرے کی تباہی کا ذریعہ بنے ــــــ سارا عالمِ اسلام درپردہ کسی ایک فریق کی حمایت کرتا رہا، یا باہر کھڑا تماشا دیکھتا رہا، بھائیوں کا ــــــ (کیونکہ قرآنِ پاک انہیں بھائی قرار دیتا ہے) خون بہتا رہا اور بھائی کھڑے دیکھتے رہے۔ کچھ تھوڑی بہت کوشش کسی نے کیں بھی تو وہ کارگر نہ ہوئیں۔

یہ کوششیں کیوں رائیگاں گئیں، اس پر کسی نے غور کیا ہے اگر کیا تو اس کا کیا نتیجہ نکلا۔اگر نہیں کیا تو کیوں نہیں کیا ـــــــ آج پھر وہی صورتِ حال ہے۔عراق کو بیٹھے بیٹھے جانے کیا سوجھی کہ اسے اپنا انیسواں صُوبہ یاد آگیا اور وہ کویت پر چڑھ دوڑا اور اس طرح امریکہ کو یہ موقع فراہم کر دیا کہ وہ خود اور اس کے اتحادی، لبظاہر سعودی حکومت کے بلاوے پہ اپنے تازہ ترین ہتھیاروں سے لیس سعودی عرب میں آموجود ہوئے کہ سعودی عرب کو اپنے عرب بھائی سے اپنی سلامتی کو خطرہ پیدا ہوگیا تھا۔کیا یہ مقامِ عبرت نہیں کہ مسلمانوں کو اپنی حفاظت کے لئے غیر مسلم فوجوں کا مرہونِ منّت ہونا پڑا۔

کیا یہ حقیقت نہیں کہ کویت پر حملے کا محرک کویت کا تیل تھا اور کیا یہ بھی حقیقت نہیں کہ کویت کی سالمیّت کی بحالی امریکی اقدام کی وجہ نہیں اور نہ ہی سعودی عرب کی محبّت میں اپنے جوانوں کا خون عرب کے ریگزاروں کی نذر کرنے آگیا ہے،

عربوں کا سگا وہ آج تک تو نہ تھا، اسے فلسطین اور لبنان میں سالہا سال سے بے گناہ عربوں کا خون بہتا ہُوا کیوں نظر نہ آیا یہاں بھی تیل کی دولت ہی اس کی وجہ ہے۔

ترکی، مصر، شام، لبنان، اردن، لیبیا، الجیریا، مراکو، ایران، پاکستان، بنگلہ دیش، ملائشیا، انڈونیشیا سب مل کر بھی عراق کو کیوں نہ سمجھا سکے یا سعودی عرب کو کیوں نہ سمجھا سکے کہ آپس کے معاملے آپس میں ہی سلجھانے میں عافیت ہے، غیروں کو اپنے گھر میں بٹھانے سے مسئلہ سلجھنے کی بجائے الجھے گا۔عراق کو یہ سب کیوں نہ سمجھا سکے کہ یہی لوگ سالہا سال ایران کے ساتھ جنگ میں اس کی پُشت پناہی کرتے آئے تھے انہی کی مدد سے وہ یہ ساز و سامان اکٹھا کر سکا تھا۔وہ کیوں ایسا نہ کر سکے اور کیوں یہ صورتِ حال پیدا ہوئی کہ امریکہ کے اتحادیوں میں ترکی، شام، مصر اور کسی حد تک پاکستان کی مسلّح افواج بھی شامل ہیں اور جنگ کی صورت میں مسلمان علاقے ہی میدانِ جنگ بنیں گے، مسلمانوں ہی کا خون بہے گا۔

یہ کھیل کب تک جاری رہے گا ـــــ کیا اس وقت تک جب ان کی سرزمینوں سے نکلنے والے تیل اور اس خطے کے ہر نوجوان کے خون کا آخری قطرہ دشمنوں کے مقاصد کے تحت ضائع ہو جائے گا۔

کیا یہ ہمارے لئے لمحۂ فکریہ نہیں ؟ کیا وہ وقت نہیں آئے گا کہ ہم سر جوڑ کر ٹھنڈے دل سے عالمِ اسلام کی بقا کے لئے کوئی راہ ڈھونڈیں ـــــــــ لاریب کہ یہ راہ ہمیں قرآن پاک ہی سے ارزانی ہوگی کہ ہمارے دکھوں کا یہی علاج، یہی مداوا ہے ـــــ ہمیں تلقین بھی یہی کی گئی ہے کہ تم اپنے اختلافات کے حل کے لئے خدا اور اس کے رسول کی طرف رجوع کرو۔اسی آستاں سے خیر کی توقّع ہو سکتی ہے۔

آپ کہیں گے اس نے توراہ دکھادی کہ اگر ایسا ہُوا ـــــ کہ دو فریق اگر آپس میں اُلجھ پڑیں تو تم ان میں صلح کرادو ـــــ فریق سامنے ہیں، اُلجھے بھی ہوئے ہیں۔ یہ "تم" کا مخاطب کون ہے؟ نزولِ قرآن کے وقت تو بے شک رسولِ پاک صلعم ہی اس کے مخاطب تھے، ان کے بعد کون یہ ذمہ داری نبھائے گا ـــــ رسولؐ خدا کے پیغمبر ہی نہیں سربراہِ مملکت بھی تھے۔ اصل بات ہی یہ ہے کہ صدیوں سے اس ملّت کا مرکزِ ملّت ہی کوئی نہیں / مرکزِ ملّت ہی کہیں نہیں، آپس میں رابطہ تک نہیں ـــــ کچھ نام کی انجمنیں ہیں مؤتمر ہے، او۔ آئی۔ سی ہے مگر ان کے پاس کوئی MANDATE نہیں کوئی اتھارٹی نہیں، ان کے ہاتھ میں کوئی طاقت نہیں اور یہ بات تو پکّی ہے کہ

عصا نہ ہو تو کلیمی ہے کارِ بے بُنیاد

ہونا تو یہ چاہیئے کہ سارا عالمِ اسلام، جیسا کیسا بھی یہ آج بھی ہے ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا ہو۔ [جیسے یہ اسلامی کانفرنس کے موقع پر ہوا تھا۔ دیکھا جائے تو اجتماعِ حج کا مقصد بھی عالمِ اسلام کے مسائل پر غور کرنا اور ان کا حل تلاش کرنا ہوتا ہے] اور اپنا ایک منشور بنائے۔ اس پر اتفاق کرے۔ باہمی معاملات اختلافات کو مٹانے کا ایک طریقۂ کار وضع کرے اور منشور بنانے کے لئے ہمیں کہیں دُور جانے کی ضرورت نہیں، قرآن پاک ساری اُمّتِ مسلمہ کا مشترک منشور ہے۔ اس ایک بات پر اتفاق ہو جائے تو معاملات حل ہوتے جائیں گے۔ کیونکہ ہر فریق اسی کی طرف رجوع کرے گا اور جو فیصلہ یہاں سے ملے وہ سب کے لئے قابلِ قبول ہو گا ـــــ اور باہمی مشورے ہی سے یہ طے کر لیا جائے گا کہ اس فیصلے کو نافذ کرنے کے لئے کیا ایجنسی قائم کی جائے گی، کون کتنی عسکری قوّت فراہم کرے گا، کون کتنے وسائل وقف کرے گا۔ اس سے یہ تو ہو گا کہ کوئی یہ نہ کہہ سکے گا کہ،

نماز و روزہ و قربانی و حج

یہ سب باقی ہیں تُو باقی نہیں ہے!

اس سے ہمیں وہ "تو" میسّر آجائے گا جس کی ہمیں تلاش ہے ـــــ ایسا ہو جائے تو کم از کم کسی خطرے کے وقت غیروں کی طرف تو نہیں دیکھنا پڑے گا۔ غیر بھی وہ جن کے متعلق قرآنِ پاک نے فیصلہ دے رکھا ہے کہ کبھی وہ تمہارے ہمدرد اور دوست نہیں ہو سکتے۔ کیا ہمارے لئے یہ مقامِ عبرت نہیں کہ ہم غیروں کی طرف مدد کے لئے دیکھتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے عالمِ اسلام کو بے حد و حساب وسائل دے رکھے ہیں۔ یہ سب مِل کر آپس میں جڑے ہوئے ہیں، دنیا کے وسط میں واقع ہیں۔ اگر عالمِ اسلام کے وسائل ساری اُمّت کے مشترکہ وسائل مان

[جا]تے جائیں۔ ہر کوئی بقدرِ ضرورت اس میں سے حصّہ لے سکے تو کسی عراق کے دل میں دوسری مملکت کا [ز]یرِ قبضہ ہتھیانے کی ہوس پیدا نہ ہو اور پھر امّت کے مرکز کے پاس اگر اللہ کی بطشِ شدید کی مثل (DETERRENT FORCE) ہوگی تو کون ایسی ہمّت کرے گا، نہ کوئی مسلمان ملک دوسرے مسلمان ملک کی طرف دستِ ہوس بڑھائے گا اور نہ ہی کوئی غیر کسی مسلمان ملک کی طرف ٹیڑھی آنکھ سے دیکھ سکے گا۔

قرآن نے کیا کہا؟

خدائے واحد پر ایمان کے یہ معنی ہیں کہ خارجی کائنات میں بھی اسی کا اقتدار و اختیار مانا جائے اور انسان کی اجتماعی اور معاشی دنیا میں بھی اسی کا قانون نافذ ہو۔ اگر انسان کی اپنی دنیا میں غیر خدائی قانون نافذ ہو (خواہ وہ کسی کا بنایا ہوا قانون بھی کیوں نہ ہو) تو یہ کھلا ہوا شرک ہے۔ سورۂ انبیاء میں ہے کہ؛ ام اتخذوا الھۃ من الارض ھم ینشرون. کیا لوگ اپنی معاشی دنیا میں خدا کے علاوہ اوروں کا اقتدار تسلیم کرتے ہیں، جن کے بل بوتے پر یہ اپنے معاشی نظام کو پھیلانا چاہتے ہیں؟ اگر ایسا ہی ہے تو انہیں سمجھ لینا چاہیئے کہ لو کان فیھما آلھۃ الا اللہ لفسدتا. اگر خارجی کائنات میں کسی اور کا اقتدار ہو اور انسانوں کی معاشی دنیا میں اور کا قانون، تو اس سے دونوں جگہ ناہمواریاں پیدا ہو جائیں۔ فسبحان اللہ رب العرش عما یصفون (۲۱/۲۱-۲۲)
سو وہ خدا جس کے کنٹرول میں کائنات کی ربوبیّت کا مرکز ہے ان تصورات سے بہت دور ہے جو لوگوں نے اس کے متعلق قائم کر رکھے ہیں۔

مرا مرنا خلوصِ نوحہ گر کی آزمائش ہے

جن احباب نے محترم پرویز صاحبؒ کے درسِ قرآن کریم میں شرکت کی ہے یا ان دروس کو وڈیو پر دیکھا ہے، انہوں نے یقیناً دورانِ درس ایک متبسّم چہرہ بار بار اِدھر سے اُدھر آتے جاتے دیکھا ہوگا اور کبھی کبھی درس کے اختتام سے ذرا پہلے محترم پرویز صاحبؒ کا یہ استفسار بھی انہوں نے سنا ہوگا کہ "شیخ صاحب کیا دو چار منٹ اور مل سکتے ہیں؟ —— بات ذرا اہم ہے اور میں اسے یہیں ختم کرنا چاہتا ہوں"۔

یہ متبسّم چہرہ، طلوعِ اسلام کی جانی پہچانی شخصیت محترم شیخ عبدالحمید صاحب تھے جنہیں محترم پرویز صاحبؒ کی قرآنی فکر کی تبلیغ و اشاعت میں ان کے دستِ راست ہونے اور نجی معاملات تک میں ایک معتمد رفیق ہونے کا شرف حاصل رہا ہے۔

محترم شیخ صاحب کا، پرویز صاحبؒ اور ان کی قرآنی فکر سے تعلق ۱۹۶۵/۶۶ سے مسلسل، متواتر اور غیر منقطع طور پر چلا آرہا تھا۔ انہوں نے اس وقت باقاعدگی سے طلوعِ اسلام کے انتظامی امور کی ذمہ داری سنبھالی جب میزان پبلیکیشنز سے انقطاع کے بعد پرویز صاحبؒ اس بارے میں بڑے متفکر رہا کرتے تھے۔ آپ کو اس معاملے میں جو دھچکا لگا تھا، سچ پوچھئے تو یہ شیخ عبدالحمید صاحب کی جانثارانہ رفاقت ہی تھی کہ پرویز صاحبؒ اس سے بچ نکلے۔ انہوں نے اپنی زندگی اس فکرِ قرآنی کی تبلیغ کے لئے وقف کردی اور زندگی کے آخری سانس تک اس سے وابستہ رہے۔

اپنی بے مثال محنت اور دیانت دارانہ کارکردگی سے پرویز صاحبؒ کے دِل میں جو مقام انہوں نے حاصل کر رکھا تھا وہ شیخ صاحب کا سرمایہ حیات تھا۔ چھوٹی سے چھوٹی چیز سے لے کر لاکھوں تک کے معاملات میں وہ جس احتیاط، دانش مندی اور دیانت داری سے امانت جاتِ طلوعِ اسلام کے محافظ بنے رہے، وہ انہی کا خاصہ تھا۔ ان کے اس ایثار کو دیکھ کر ایک مرتبہ پرویز صاحبؒ نے کہا تھا کہ جانے کس سعید ساعت میں شیخ صاحب کے والدین نے ان کا نام عبدالحمید رکھّا تھا۔ حفاظت و حسنِ انصرام ان کی خوبی تھی اور وہ اسے

س کس طرح انجام دیتے تھے اس کی ایک خوبصورت مثال کا مَیں عینی شاہد ہوں۔

نومبر ۱۹۷۳ء میں طلوعِ اسلام کنونشن کے موقع پر بھی، ہر سال کی طرح، محترم پرویز صاحبؒ نے وابستگانِ طلوعِ اسلام کو اپنا تحفہ "شاہکارِ رسالت" کی شکل میں دیا۔ اس دن جلد ساز سے ۲۰ کتابیں تیار ہو کر آئیں۔ پہلی نشست کے بعد مَیں پرویز صاحبؒ کے پاس بیٹھا تھا کہ شیخ صاحب تشریف لائے اور کہا "باباجی! ۲۰ کتابیں آئی تھیں، ۷ فروخت ہوگئی ہیں۔ میرے پاس ۱۲ نسخے ہیں، ایک جلد آپ نے فلاں صاحب کو دلوائی تھی" اور چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد پھر کسی کام سے اندر آئے اور دہرایا کہ ——— "باباجی! ۲۰ نسخے آئے تھے ۱۰ فروخت ہوگئے، میرے پاس نو باقی ہیں، آپ نے ایک جلد فلاں صاحب کو دلوائی تھی"۔ پرویز صاحبؒ نے ہلکی سی مسکراہٹ سے شیخ صاحب کی طرف دیکھا، شیخ صاحب اپنا کام کرکے واپس چلے گئے۔

دوسری نشست کے اختتام پر بھی میں اندر پرویز صاحبؒ کے پاس بیٹھا ہوا تھا کہ شیخ صاحب پھر آئے اور ابھی بات شروع ہی کی تھی کہ "باباجی! ۲۰ جلدیں آئی تھیں" کہ پرویز صاحبؒ نے کہا "بابا یہ لو ۵۰ روپے اور میری جان بخشی کرو"۔ شیخ صاحب نے /۵۰ روپے (کتاب کی قیمت) پرویز صاحب سے ایک ہلکے سے تبسم کے ساتھ وصول کئے اور چلے گئے۔

اس ایک واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ جو شخص محترم پرویز صاحبؒ کو بھی ایک کتاب بلاقیمت دینا قبول نہ کرسکتا تھا وہ طلوعِ اسلام کے اثاثوں کی کس جگر کاوی اور جاں سوزی سے حفاظت نہ کرتا ہوگا۔

اکتوبر ۱۹۸۴ء میں پرویز صاحب کی بیماری اور فروری ۱۹۸۵ء میں ان کی ناگہانی وفات پر جو اثر شیخ صاحب نے لیا وہ شاید کسی اور کے حصّہ میں نہ آیا ہو۔ وہ اور بھی محنت، لگن اور جانثاری سے سرمایۂ حیاتِ پرویزؒ کو سنبھالنے میں مصروف ہوگئے اور تحریکِ طلوعِ اسلام اور پرویز صاحبؒ کی قرآنی فکر کو نقصان پہنچانے کی ہر سازش کا نہایت جرأت، حوصلہ اور مستقل مزاجی سے مقابلہ کرتے رہے۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ پرویز صاحبؒ کے شاگردوں نے، ان کی وفات کے بعد بے مثال جذبۂ ایثار اور محنت سے کام لے کر اس سرچشمۂ خیر کو نہ صرف جاری و ساری رکھا ہے بلکہ اس کی رَوانیوں میں مزید تیزیوں اور اس کی اثر انگیزیوں کو مزید وسعتوں سے ہمکنار کیا ہے۔ لیکن اس میں بھی کوئی کلام نہیں کہ پرویز صاحبؒ کی وفات کے بعد، مناسب اور مستحکم انتظامات مکمّل ہونے تک، جس طرح شیخ صاحبؒ نے اسے سنبھالے رکھا اسی کی بدولت احباب سے یہ ممکن ہوسکا کہ وہ اتنا کچھ کرپائے۔ مَیں ذاتی علم کی بنا پر پورے حتم و یقین سے یہ بات کہہ دینا مناسب سمجھتا ہوں کہ پرویز صاحبؒ کی وفات کے بعد، جس قسم کے حالات و مصائب ہجوم کرکے اس تحریک کو ختم کرنے کے لئے آگے بڑھے تھے۔ اگر شیخ عبدالحمید صاحب ثابت قدمی سے ان

کا مقابلہ کرتے ہوئے "مرکز طلوعِ اسلام" کے دروازے کھلے نہ رکھتے تو شاید دوسروں کے لئے یہ ممکن نہ ہوتا کہ وہ ان انتظامات کو پایۂ تکمیل تک پہنچا سکیں جن کی بناء پر آج طلوعِ اسلام کا مرکز، پہلے کی نسبت بہتر اور مستحکم اپنے پاؤں پر کھڑا ہے۔ اس مہم جوئی میں انہیں جن حوصلہ شکن اور شکیب آزما مراحل سے دوچار ہونا پڑا، ان کے ذکر کا یہ موقع نہیں۔ مختصراً اتنا کہوں گا کہ یہ شیخ عبدالحمید صاحب کی بلند حوصلگی، ہمت اور عالی ظرفی کا نتیجہ ہے کہ آج تحریکِ طلوعِ اسلام قائم اور دائم ہے۔ ہاں، ایک حد تک شیخ عبدالحمید صاحب، خوش قسمت تھے کہ انہیں اس دوران کم از کم، برادرانِ محترم شیخ اللہ دِتّا صاحب (سراج منیر صاحب) ——اور محمد لطیف چوہدری صاحب کی رفاقت و معاونت حاصل رہی۔

شیخ صاحب ۱۲ر جنوری ۱۹۹۰ء کو اچانک بیمار ہوئے اور ایک سال تک زیرِ علاج رہے۔ جس کے دوران انہیں ہر ممکن طبی سہولت بہم پہنچانے کی کوشش کی گئی۔ میں ۲۶ر دسمبر ۱۹۹۰ء کی شام ان کی مزاج پرسی کے لئے ہسپتال گیا تو وہ نیم بے ہوشی کے عالم میں اپنی زوجہ محترمہ اور طلوعِ اسلام کا نام پکار رہے تھے۔ بالآخر وہ ۲۷ر دسمبر ۱۹۹۰ء جمعرات کی صبح اپنے محبوب راہنما کی ہمسائیگی قبول کرتے ہوئے آسودۂ منزل ہو گئے۔ —— علامہ اقبالؒ نے کہا ہے کہ

نشانِ مردِ مومن با تو گویم —————— چو مرگ آید تبسم برلبِ اوست

دیکھنے والوں نے یہ دیکھا کہ شیخ صاحب اپنے کفن میں لپٹے اپنے چہرے پر وہی تبسم دلنواز پہنے ہوئے تھے جو زندگی میں ان کا خاص شعار تھا۔

بیماری کے دوران ان کی زوجہ محترمہ، فرزند آصف حمید اور گھر کے دیگر افراد نے جس وارفتگی اور جانثاری سے ان کی خدمت کی، اس سے شیخ صاحب کی نجی زندگی کے حسن اور کامیابی کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے۔

قرآنی فکر کا ایسا سچا خادم، اب کہاں سے آئے گا۔ اپنی زندگی کا ایک طویل عرصہ انہوں نے درس ہائے قرآن کریم کے ریکارڈ کرنے، انہیں دوسروں تک پہنچانے اور مفکرِ قرآن کی منفرد کتب کی اشاعت و ترویج میں گذارا۔

میں اس دعا کے ساتھ اپنے اس نذرانۂ احترام و خلوص کو ختم کرتا ہوں کہ —————— ایسی صاف ستھری اور دیانت و امانت سے بھرپور زندگی گذارنے کے بعد جب تو اپنے خالقِ حقیقی کے حضور پیش ہو تو اس کے ملائکہ یہ کہتے ہوئے تیرا استقبال کریں کہ:

يَاأَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ۝ ارْجِعِي إِلَىٰ رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً ۝ فَادْخُلِي فِي عِبَادِي ۝ وَادْخُلِي جَنَّتِي ۝ (۸۹/۲۷-۳۰)

طوبیٰ لہٗ وحسن مآب

بیگم فرخندہ اعزاز

بانس کی پلیٹ

—— " ایک اور پلیٹ توڑ دی ؟ " —— ماں کڑک کر بولی

" دادی اماں کے ہاتھ کانپتے ہیں نا ۔ انہوں نے جان کر تو نہیں توڑی ! " —— بیٹی بولی

" نقصان تو ہو رہا ہے ۔ کچھ کرنا پڑے گا " —— ماں جھنجلا کر بولی

کچھ سوچ کر ——

" تم ایسا کرو ، اماں کے لئے بازار سے ایک بانس کی پلیٹ لے آؤ " —— ماں نے کہا

" بانس کی پلیٹ .... ؟ " —— بیٹی نے تعجب سے ماں کی طرف دیکھا

" ہاں ہاں بانس کی پلیٹ ۔ ٹوٹے گی تو نہیں " —— ماں نے فیصلہ کن انداز میں کہا

—— بیٹی نے ایک اچٹتی ہوئی نگاہ اپنی دادی پر ڈالی اور چپ ہو گئی ۔

—— بوڑھی اماں بھی بہو کی باتیں سن رہی تھی لیکن اس کے دل پر جو گذر رہی تھی اس کا اندازہ اس کے ہاتھوں کے رعشہ سے لگ رہا تھا جس میں تیزی آگئی تھی ۔

چند دنوں بعد ——

بوڑھی اماں اپنی پلیٹ دھو رہی تھیں ، سنبھال نہ سکیں ۔ پلیٹ گر کر ٹوٹ گئی ۔ پھر کیا تھا ۔ ایک ہنگامہ کھڑا ہو گیا ۔

" بانس کی پلیٹ کیوں نہیں لائی " —— ماں نے بیٹی سے سختی سے پوچھا ۔

" بازار جانا ہی نہیں ہوا ۔ لے آؤں گی ...... برتن تو دھو لوں " بیٹی نے جواب دیا ۔

" کب لائے گی ؟ جب ساری پلیٹیں ٹوٹ جائیں گی ! " —— ماں نے گرج کر کہا

" برتن دھو کر لے آؤں گی " —— بیٹی نے تسلی دی

کچھ دیر بعد ——

" ــــ آئی بالنس کی پلیٹ " ــــــــــــــ ماں کے لہجے میں ترشی زیادہ تھی
بیٹی نے ماں کی طرف معنی خیز نگاہوں سے دیکھا اور پھر اونچی آواز میں بولی :۔
ــــــ " ہاں ..... ڈولائی ہوں !! "

اہم نقطہ

اس لوک کہانی نے ہماری توجہ ایک ایسے اہم نقطہ کی طرف مبذول کرائی ہے جو ہماری نگاہوں سے اوجھل ہو چکا ہے۔ ہم بھول چکے ہیں کہ ماں باپ کی خدمت میں خود ہماری اپنی ذات کی نشوونما کا راز پوشیدہ ہے۔ میں کہنے کی یہ کوشش کر رہی ہوں کہ نوعِ انسانی کی عالمگیر پرورش کا نظام ــــ نظامِ ربوبیت ــــ کی ابتداء ہمارے اپنے گھر کی زندگی سے ہوتی ہے۔ اس نظام کی بنیاد یہ ہے کہ جس شخص میں کسی وجہ سے، کوئی کمی واقع ہو جائے، اس کی کمی کو پورا کر دیا جائے۔

قرآنِ کریم نے ماں باپ کے ساتھ حسنِ سلوک کی تلقین کی ہے یعنی ان کی ان ضروریات کا پورا کرنا جنہیں بوجہ ضعیف العمری خود پورا کرنے کے قابل نہ رہے ہوں۔ جب ہمارے ماں باپ جوان تھے، اور کام کاج کے قابل تھے تو وہ اپنے علاوہ اپنے بچوں کی پرورش بھی کرتے تھے۔ ماں بچاری کو دیکھئے اس نے حمل اور وضعِ حمل کی تکلیف کو برداشت کیا اور اپنے بچے کے پالنے کے سلسلے میں دن کا چین اور رات کی نیند اپنے اوپر حرام کی اور (یاد رہے) یہ کوئی ایک آدھ دن کی بات نہیں تھی۔ جب وہ بوڑھے ہو جائیں اور کمانے کے قابل نہ رہیں تو کیا یہ اولاد کا فرض نہیں ہے کہ وہ ان کی اس کمی کو پورا کریں جو ان میں آگئی ہو؟ بڑھاپے میں قوے کمزور ہو جاتے ہیں اور انسان بچوں کی سی باتیں کرنے لگ جاتا ہے (۳۶ : ۶۸) لہٰذا اگر باپ یا ماں یا دونوں بوڑھے ہو جائیں تو انہیں حقارت آمیز باتیں مت کہو۔ نہ ہی ان سے سختی اور درشتی سے کلام کرو نہ ہی انہیں "بالنس کی پلیٹ" میں کھانا دو۔ ان سے ادب اور عزت سے بات کرو اور کشادہ دلی سے پیش آؤ۔ (۲۳ : ۱۷)

والدین سے حُسنِ سلوک

کیا آپ جانتے ہیں کہ قرآنِ کریم نے بالتصریح والدین کو یہ حکم نہیں دیا ہے کہ وہ اپنے بچوں کی پرورش کیا کریں۔ یہ حکم اس لئے نہیں دیا ہے کہ بچوں کی پرورش تو ہر حیوان کا طبعی تقاضا ہے۔ ماں بچے کو دودھ پلاتی

ہے تو کسی خارجی حکم کی تکمیل میں ایسا نہیں کرتی۔ وہ اپنے داخلی تقاضا (مامتا) کے ماتحت ایسا کرتی ہے۔ البتہ قرآن حکیم نے اولاد سے حکماً کہا ہے کہ وہ والدین سے حُسنِ سلوک کریں۔ یہ اس لئے کہ والدین سے حسنِ سلوک حیوانات کا طبعی تقاضا نہیں۔ حیوانات تو اپنے ماں باپ کو پہچانتے تک نہیں۔ یہ انسانی تقاضا ہے جس کی تلقین ضروری تھی (۲۴-۲۳ : ۱۷) بوڑھے والدین کی پرورش صرف انسان کا خاصا ہے۔ اسی لئے اس کی تاکید کی گئی ہے (۲۴ : ۱۷)

ہوتا یہ ہے کہ جب والدین بوڑھے ہو جاتے ہیں تو ہم ان کی بچپن کی سی باتوں سے زچ ہو جاتے ہیں، اور اس طرح ہمارے دل میں، ان کے لئے تعظیم کا جذبہ نہیں رہتا۔ لیکن ہم اگر قرآن کی روشنی میں اپنی صلاحیتوں کو نشوونما دیتے رہیں اور اپنے سامنے نصب العین یہ رکھیں کہ ہر ایک کے بگڑے ہوئے کام سنوارنے ہیں تو ہم میں سہار اور برداشت کا مادہ پیدا ہو جائے گا۔ اُس وقت ہماری یہ آرزو دعا بن کر ہمارے لبوں سے اٹھے گی کہ ہمارے رب! جس طرح ہمارے بوڑھے والدین نے بچپن میں ہماری پرورش کی اسی طرح ہمیں بھی توفیق عطا فرما کہ ہم بھی ان کی اسی طرح پرورش کا انتظام کریں، انہیں اپنے بازوؤں کے نیچے سمٹالیں جس طرح انہوں نے بچپن میں ہمیں اپنے بازوؤں کے نیچے سمٹائے رکھا تھا۔ (۲۵-۲۳ : ۱۷) مفہوم القرآن۔

یہ ہے وہ طریقہ جس سے ہر اس شخص کو اللہ کی طرف سے سامانِ حفاظت مل جاتا ہے جو اپنی ذات کی حفاظت اور نشوونما کیلئے اس کی طرف رجوع کرے۔

اس بات کو پلّے باندھ لیجئے کہ ماں باپ کی خدمت، خود ہماری اپنی ذات کی نشوونما کا ذریعہ بن جاتی ہے۔ یہ بھی یاد رکھیں کہ انسانی ذات کی نشوونما ہر اس چیز سے ہوتی ہے جسے ہم دوسرے کی نشوونما کیلئے دیں۔

قرآن چاہتا ہے

- اسے پڑھا جائے
- اسے سمجھا جائے
- اس پر عمل کیا جائے
- اور اسے دوسروں تک پہنچایا جائے

• ــــــ بیاد، مفکرِ قرآن، دیدہ ورِ اسلام علامہ غلام احمد پرویزؒ

قاسم نوری

کون سمجھے گا اُسے؟

حقیقت تو یہ ہے کہ دنیا کا کوئی شخص یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ وہ کسی دوسرے فرد کے بارے میں بہت کچھ جانتا ہے۔ کوئی کتنا ہی قریب کیوں نہ ہو، ہم اس کے بارے میں یا تو بہت کم جانتے ہیں یا سرے سے جانتے ہی نہیں ہیں۔ صرف سنی سنائی یا ادھر اُدھر سے پڑھی ہوئی باتوں کو اپنے بیان و عرفان کی بنیاد بنا لیتے ہیں یا پھر مفروضوں کو حقیقت سمجھ لیتے ہیں۔ عقیدتوں اور جذبوں سے الگ ہو کر کسی کی شخصیت میں جھانکنا بہت کٹھن ہوتا ہے اور ہر کسی کے بس کی بات بھی نہیں ہوتا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم اپنی عقیدتوں کو "خدا" بنا لیتے ہیں اور پھر مرکزِ عقیدت کے خلاف جان تو دے سکتے ہیں مگر ایک حرف بھی برداشت نہیں کر سکتے اس کے برعکس عداوتوں اور نفرتوں کے جذبے ہوتے ہیں اور جس کسی ذات سے یہ وابستہ ہو جائیں اس کی شان میں تعریف کا ایک حرف بھی سننا گوارا نہیں کر سکتے۔

بنیادی طور پر یہ دونوں ہی مسلک غلط ہیں۔ ہر انسان کی شخصیت کے کئی پہلو ہوا کرتے ہیں اگر ان سب میں عدل اور توازن کا تعلق ہو تو ایک "ماڈل شخصیت" بنتی ہے۔ توازن نہ ہو اور شخصیت کا کوئی ایک پہلو دیگر پہلوؤں پر حاوی ہو جائے تو حاوی ہونے والا پہلو نمایاں ہو جاتا ہے اور شخصیت کی پہچان بن جاتا ہے۔ اب اگر وہ پہلو اچھا ہے تو ہم اسے اچھا انسان کہنے لگتے ہیں، اور بُرا ہے تو بُرا انسان گردانتے ہیں اور دوسرے تمام پہلوؤں کو نظرانداز کر دیتے ہیں۔ مگر ایک منصف تجزیہ نگار ایسا نہیں کرتا، کر ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ اس کے نزدیک کسی کے بارے میں حتمی رائے قائم کرنے اور اظہار کرنے سے پہلے ضروری ہوتا ہے کہ اس شخصیت کے تمام پہلوؤں پر نظر ڈال لی جائے کہ اس کے بغیر تجزیہ کے غیر جانبدارانہ تقاضے پورے نہیں ہوا کرتے۔

ایک بات بلا تامل کہی جا سکتی ہے کہ علامہ غلام احمد پرویزؒ بیسویں صدی کی ایک ایسی منفرد اور نابغۂ روزگار علمی اور دینی شخصیت ہیں جن کے افکار و نظریات سے اتفاق کرنے والے بھی بہت ہیں اور

لعنت کرنے والوں کی بھی کمی نہیں ہے مگر اس حقیقت سے انکار ممکن نہیں ہے کہ دینِ اسلام کے حوالہ سے علامہ غلام احمد پرویزؒ کے نظریات نے اس صدی کو نہ صرف چونکایا ہے بلکہ ایک ایسا رُخ بھی دیا ہے جو آنے والی صدیوں کے لئے فکری اساس بن کر اُبھرے گا اور اسے نظر انداز کرنا، کسی بھی مؤرخ کیلئے ممکن نہ ہوگا۔

انصاف کا تقاضا تو یہ ہے کہ علامہ پرویزؒ کی شخصیت اور زندگی کے ایک ایک ورق کی شیرازہ بندی کی جائے۔ ان کی تصانیف، مضامین، تقاریر، خطوط، ہفت روزہ درسوں پر مشتمل کیسٹس، آٹوگرافس اور ہر قسم کی تحریریں یکجا کی جائیں اور اچھے بُرے تمام پہلوؤں کو کتابی شکل میں منضبط کیا جائے کہ علامہ پرویزؒ اپنی ذات میں بیسویں صدی کی خود ایسی تاریخ اور آئینہ تھے جس میں گردشِ ایام کے ایک ایک سانحہ اور لمحہ کو اصلی خدوخال کے ساتھ دیکھا جا سکتا ہے — اختصار نگاری مرحوم کے ساتھ ناانصافی ہوگی اور غیر جانبدار تجزیہ نگاری کے اصول بھی مجروح ہوں گے۔ لہٰذا میں اس نشست میں صرف ان کی شہرت اور مخالفت کے اسباب کا سرسری سا جائزہ ہی لے سکوں گا اور یہ بھی سمندر کا تعارف، قطرہ کی زبانی ہوگا۔

• — علامہ غلام احمد پرویزؒ غیر منقسم ہندوستان کے شہر بٹالہ ضلع گورداسپور میں ۹ جولائی ۱۹۰۳ء میں ایک روائتی مذہبی گھرانے میں پیدا ہوئے۔ والدین مذہبی ضرور تھے لیکن سرمایہ دار نہیں تھے۔ لہٰذا ابتدائی تعلیم انہوں نے عام مروجہ دستور کے مطابق پہلے علاقہ کی مسجد میں اور بعد ازاں سکول میں حاصل کی۔ شروع ہی سے طبیعت میں سنجیدگی تھی، ذہن رسا پایا تھا۔ حافظہ تیز تھا اور مذہبی روایات ورثہ میں ملی تھیں لہٰذا بہت جلد قرآن، حدیث، فقہ، عربی، فارسی اور اسلامی علوم پر دسترس حاصل کر لی۔ شعور میں کچھ اور پختگی آئی تو مذہب پر کاربند رہتے ہوئے اپنے آپ کو منفرد بنانے کی کوشش میں علمِ نجوم، ہمزاد تابع کرنا، جنات کی تسخیر کے لئے چلّہ کشی کرنے کا شغف اختیار فرمایا۔ یہیں سے بحرِ تصوف میں غواصی کا آغاز ہوا اور سلوک کی منزلیں طے کرنی شروع کر دیں۔

• — بہت کم لوگوں کو علم ہے کہ پرویز صاحبؒ اعلیٰ پایہ کے انشاء پرداز، مضمون نگار اور شاعر بھی تھے خوش گلو بھی تھے۔ لحن و لہجہ بھی حسین تھا اور فنِ موسیقی سے بھی خوب واقف تھے۔ کلاسیکی موسیقی سے بہت لگاؤ تھا۔ ان کے ہاں گراموفون ریکارڈز کا اچھا خاصا ذخیرہ تھا — شعر کہتے، سُر میں ڈھالتے اور سازوں سے ہم آہنگ بھی کرتے تھے — صبح کے راگ بہت پسند تھے، خاص طور پر اساوری اور جونپوری، من پسند راگ تھے۔ فنِ موسیقی پر دسترس کا یہ عالم تھا کہ جولائی ۱۹۶۸ء میں جناب حبیب الرحمٰن صاحب، انسپکٹر جنرل پولیس آف پنجاب، کے گھر میں محفل تھی جس میں مشہورِ زمانہ گائیک استاد امانت علی خاں اور استاد

فتح علی خاں نے خوب خوب رنگ جمایا اس وقت وہاں استاد امانت علی خان کے والد بھی موجود تھے۔ صبح ہوئی تو استاد امانت علی خاں صاحب کے والد، اُٹھ کر پرویزؔ صاحب کے پاس آئے۔ اپنے بچوں کی گائیکی سُننے کا شکریہ ادا کیا۔ پھر کہنے لگے کہ ان بچوں (امانت علی، فتح علی) نے ایسے راگ اس لگن سے مجھے بھی کبھی نہیں سنائے راگ، سُرتال، لَے اور اتنی گہرائی، اس قدر بلندی اور اس کا تاثر؟!! یہ سب اس لئے ہُوا کہ آپ سامنے تشریف رکھتے تھے۔" (طلوعِ اسلام شمارہ مارچ، اپریل ۸۹ء صـ۱۰۵)

• ـــ غور و فکر اور تجسّس کا مادّہ بچپن ہی سے ان میں رچا ہُوا تھا اور ان کے حسّاس دل پر مسلمانوں کا زوال افلاس اور بے علمی اور بے عملی گہرا اثر ڈال رہی تھی اور یہ خیال روح کو مضطرب اور بے چین کرنے لگا تھا کہ اسلام اور اہلِ اسلام کو بہرحال سربلند و ممتاز ہونا چاہیئے اور اسی اضطراب نے بہت چھوٹی عمر میں انہیں سنجیدہ اور متین بنا دیا تھا۔

• ـــ یہ وہ دَور تھا جب انگریزی زبان ساری دنیا میں وقار و مرتبت حاصل کر چکی تھی۔ اور اپنا دبدبہ منواتی چلی جا رہی تھی۔ اس سے ہم آہنگ ہوئے اور اسے اپنائے بغیر کوئی بھی قوم ارتقار کے عمل سے نہیں گذر سکتی تھی۔ چنانچہ علّامہ پرویزؒ نے بی۔ اے کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد انگریزی ادب، فلسفہ، تاریخ، سائنس، سائیکالوجی اور معاشیات کے علوم پر توجّہ دینی شروع کر دی۔ ساتھ ہی ساتھ سیاست اور اقوامِ عالم کی سیاسی و مذہبی تحریکوں کا مطالعہ شروع کر دیا۔ اس مطالعہ کے دَوران سرسیّد کی علمی اور سیاسی تحریکیں نظر سے گذریں۔ ذہن میں سوالات اور حیرت و استعجاب کے ساتھ ساتھ بغاوت کے جھکّڑ چلنے شروع ہو گئے تو علّامہ محمد اقبالؒ اور حافظ محمد اسلم جیراجپوریؒ کی فکری اور دینی رفاقت نے سہارا دیا۔ روح میں اٹھتے ہوئے طوفان کو "وحی" کا کنارہ تو نصیب ہو گیا مگر سمندر میں ڈوب کر تشنگی اور بڑھ گئی ـــــ رازیؒ رومیؒ، غزالیؒ، سعدیؒ، بوعلی سیناؒ، ابن ہیثمؒ، خیامؒ، شاہ ولی اللہؒ، اور سرسیّدؒ کا گہرا مطالعہ اس تشنگی کو اور بھی بڑھاتا چلا گیا۔

• ـــ علّامہ اقبالؒ کی مسلسل کوششوں سے قائدِ اعظم محمد علی جناحؒ انگلینڈ سے ہندوستان واپس آ چکے تھے اور مسلم لیگ کی قیادت سنبھال لینے کے بعد تحریکِ پاکستان کو عام کرنے میں ہمہ تن مصروف تھے۔ انہی دنوں علّامہ اقبالؒ نے قائدِاعظمؒ سے علّامہ پرویزؒ کا تعارف کرایا اور علّامہ پرویزؒ قائدِ اعظم سے قریب ہوتے چلے گئے۔ یہاں تک کہ انہیں قائدِاعظم کے مزاج میں اس قدر دخل حاصل ہو گیا کہ علّامہ پرویزؒ قائدِ اعظمؒ کو قرآنی بصیرت سے ہم کنار کرنے لگے اور مختصر سے عرصہ میں قائدِ اعظمؒ کے شعور کو قرآنی حقائق سے ہم آہنگ کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

• ـــ تحریکِ پاکستان کے سلسلے میں قائدِ اعظمؒ چومکھی جنگ لڑ رہے تھے اور تنہا لڑ رہے تھے۔ ایک دن انہوں نے علّامہ پرویزؒ کو بلایا اور ...... کہنے لگے،

"میرے سامنے تین بڑے محاذ ہیں اور جنگِ آزادی ان تین محاذوں پر لڑنی ہے۔ ایک انگریز یعنی برٹش گورنمنٹ ہے دوسرا ہندو اور اس کے ہم نوا ہیں اور تیسرا محاذ مذہبی پیشوائیت کا ہے۔ انگریز اور ہندو سے میں خود نبٹ لوں گا مذہبی پیشوائیت کا محاذ تم سنبھال لو۔"

۱۹۳۸ء میں علامہ اقبال کے ایماء پر پرویز صاحبؒ نے "طلوعِ اسلام" کا آغاز کیا اس رسالہ کا نام بھی "علامہ اقبالؒ" ہی نے تجویز کیا تھا۔ پرویزؒ نے جب رسالہ کا آغاز کیا تو ان کے پیشِ نظر چار اہم ترین مقاصد تھے۔

- دینِ خالص کو، ہزار سالہ روائتوں، درائتوں اور ایرانی اثرات کی دبیز تہوں سے باہر نکالا جائے اور روحِ قرآنی کو اس کی اصلی شکل میں پیش کیا جائے اور اسی مقصد کے پیشِ نظر اس رسالہ کا نام علامہ اقبالؒ نے طلوعِ اسلام تجویز کیا تھا۔
- اسلام کی نشاطِ ثانیہ کے لئے ماحول سازگار بنایا جائے۔
- مذہبی پیشوائیت کی طرف سے جو بے بنیاد اور گمراہ کن پروپیگنڈہ، تصورِ پاکستان اور بانیٔ پاکستان کے بارے میں کیا جارہا تھا، اس کا مؤثر اور مدلّل جواب دیا جائے۔
- مسلمانانِ ہند کو یہ بتایا جائے کہ پاکستان کا قیام کس طرح اسلام کا بنیادی تقاضا ہے۔

یہ کام آسان نہ تھا۔ بڑے ہی کٹھن اور خاردار محاذ اُن کے سپرد ہوئے تھے۔ بھارتی مسلموں میں اکثریت ایسے لوگوں کی تھی جو قوم پرست تھے اور ہندوستان کو اپنی "مادرِ وطن" سمجھتے تھے، انہیں الگ مملکت سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ دوسری طرف "احرار" اور 'دیوبندی' علماء کا گروہ تھا جو قرآنی نظام و نفاذ کے لئے کسی علیحدہ خطۂ زمین کے حصول کو کفر گردانتا تھا اور ہندو کی امامت و قیادت میں زندگی گذارنا پسند کرتا تھا۔ 'ہند' میں سجدہ کی اجازت مسلموں کے 'شخصی قوانین' میں اپنی اجارہ داری کے عوض ۔ 'قرآنی اقدار و حکمرانی چھوڑ کر' "رام راج" قبول کرنے کے لئے تیار تھا اور ہندو خوش تھا، مطمئن تھا کہ مسلمین اپنے جس دعوے کو مذہب کی بنیاد کے طور پر پیش کر رہے ہیں اس کی مخالفت خود انہی کے مذہبی پیشواؤں کی طرف سے ہو رہی ہے۔

—— بات یہاں تک بھی رہتی تو غنیمت ہوتا۔ ستم یہ ہوا کہ پرویز صاحبؒ نے جمہور کے صدیوں پرانے عقائد و رسوم ... کی کسوٹی پر پرکھ کر باطل قرار دے دیا۔ تمام مذہبی فرقوں کو "شرک" سے تعبیر کیا اور ایسی احادیث کو جو قرآنی تعلیمات کی ... یا جن سے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ اقدس و اطہر پر حرف آتا تھا۔ وضعی اور غیر حقیقی بلکہ اسلام کے ... سازش کا نتیجہ قرار دے دیا۔ اس سے اسلاف پرستی اور عقائد کے ایوانوں میں، زلزلے کی سی کیفیت پیدا ہو گئی پاکستان بھر کے مذہبی حلقے چونک پڑے۔

—— قائدِ اعظم کی بے لوث قیادت کے نتیجہ میں پاکستان تو معرضِ وجود میں آگیا لیکن وہ تمام فرقے اور جماعتیں

جو ہمیشہ ایک دوسرے سے برسرِ پیکار رہتی تھیں، وہ سب پرویز صاحبؒ کی مخالفت میں متحد و متفق ہو گئیں۔ صوفی، وہابی، اہلِ حدیث، اہلِ قرآن، سُنّی، شیعہ اور جماعتِ اسلامی کے امیر و ارکین سب پرویز صاحبؒ کے خلاف اتّحادیوں کا درجہ اختیار کر گئے۔

اس کے علاوہ بڑے بڑے سرمایہ دار، جاگیردار اور زمین دار جو نظامِ ربوبیت اور اسلام کے انقلابی معاشی پروگرام سے حد درجہ خائف تھے، وہ بھی پرویز صاحبؒ کی مخالفت میں مذہبی پیشوائیت کے ہمنوا ہو گئے اور یہ اس لئے ہُوا کہ سرمایہ داری جاگیرداری اور زمینداری کو بھی پرویز صاحبؒ نے روحِ اسلام کے منافی قرار دے دیا تھا

• ایک ہزار علمائے مذہب کے دستخطوں کے ساتھ پرویز صاحبؒ پر کفر کا فتویٰ لگا دیا گیا اور مذہبی پیشوائیت کے اس فتوے کی رُو سے علامہ غلام احمد پرویز علیہ الرحمۃ کافر و مُرتد قرار پائے اور اس کے بعد مخالفت کا ایک طوفان اُٹھ کھڑا ہُوا۔ ملک و بیرونِ ملک گلی گلی اور مسجد مسجد پرویز صاحبؒ کے خلاف بہتان طرازی، منظّم پروپیگنڈہ کی شکل اختیار کر گئی:۔

- پرویز منکرِ حدیث ہے
- پرویز منکرِ رسالت ہے
- پرویز منکرِ قرآن ہے
- پرویز اسلام کے پردے میں کیمونسٹ ہے
- پرویز مُلحد ہے۔ کافر ہے۔
- پرویز ایک نئے فرقہ کا بانی ہے۔ اس کے ماننے والے پرویزی ہیں جو تین نمازیں پڑھتے اور نو۹ روزے رکھتے ہیں
- انہی آوازوں میں ایک آواز یہ بھی اُبھری "دیکھ لینا ایک دن پرویز اپنی نبوّت کا اعلان بھی کر دے گا۔"
- شیخ الحدیث مولانا محمد یوسف بنوری نے فتویٰ جاری کر دیا کہ "غلام احمد پرویز منکرِ حدیث ہونے کے علاوہ منکرِ قرآن بھی ہے" "یہ شخص نہ صرف اسلامی عقائد و اعمال کی تحریف کرتا ہے بلکہ حکومتِ حاضرہ، جمہوریہ پاکستان کے بنیادی نظریے کے بھی خلاف ہے۔ کیمونزم کے لئے راہ ہموار کر رہا ہے چنانچہ سرکاری کلوکیم جو ۱۹۵۸ء میں بمقام لاہور منعقد ہُوا تھا اس میں اپنے مقالہ میں صاف اور صریح لفظوں میں کیمونزم کی حمایت کی اور اس کو قرآن کریم سے ثابت کرنے کی کوشش کی تھی......بہر حال غلام احمد پرویز شریعتِ محمدیہ کی رُو سے کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہے۔ اس شخص کے عقدِ نکاح میں کوئی مسلمان عورت نہیں رہ سکتی اور نہ کسی مسلمان عورت کا نکاح اس سے ہو سکتا ہے۔ نہ اس کی نمازِ جنازہ پڑھی جائے گی۔ نہ مسلمانوں کے

قبرستان میں اس کا دفن کرنا جائز ہے اور جو شخص اس کے متبعین میں ان عقائدِ کفریہ کے ہمنوا ہوا۔ اس کا بھی یہی حکم ہے اور جب یہ مرتد ٹھہرا تو پھر اس کے ساتھ کسی قسم کے بھی اسلامی تعلقات رکھنا شرعاً جائز نہیں ہیں۔"

(علمائے امّت کا متفقہ فتویٰ ص ۴۹-۴۸-۴۶)

• ۔۔۔ پاکستان کے "مفتیٔ اعظم" مولانا مفتی محمد شفیع نے مُہرِ تصدیق ثبت کردی کہ پرویز نہ صرف یہ کہ منکرِ قرآن ہے بلکہ محرّفِ قرآن بھی ہے اور ایک نئے دین کا بانی ہے جس میں رسول اللہ ص کے سارے بلکہ پورے کے پورے اختیارات خود استعمال کرتا ہے۔

(علمائے امّت کا متفقہ فتویٰ ص ۱۸-۱۷-۱۶)

• ۔۔۔ ایبٹ آباد کی جامع مسجد کے خطیب اور ضلع ہزارہ کے مفتی مولانا محمد اسحٰق نے غلام احمد پرویز کو سرِ بازار سُولی چڑھانے کا مطالبہ کردیا اور اعلان کیا کہ پرویز الّسان بھی نہیں رہا۔ اور فتویٰ جاری کیا کہ "از راہِ قانونِ شرعی مسٹر پرویز کو مسلمان تصوّر کرنے والا بلکہ الّسان تصوّر کرنے والا اسلام سے خارج ہے۔" (علمائے امّت کا فتویٰ ص ۶۴)

• ۔۔۔ ایک طرف تن تنہا پرویزؒ دوسری طرف ایک ہزار مذہبی پیشواؤں کی منظّم مخالفت، جنہوں نے مسلمان تو مسلمان پرویز صاحب کو الّسان ماننے سے بھی انکار کردیا اور نہ صرف پرویز علیہ الرحمتہ کو بلکہ ان لوگوں کو بھی کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج قرار دے دیا جو پرویزؒ کو الّسان سمجھیں یا تسلیم کریں۔ چشمِ تصوّر سے بھی کوئی دیکھے تو لرز اٹھے مگر جس رُوح میں قرآن اتر جائے اس کے پائے استقامت میں لرزش تک نہیں آتی۔ ؏

قرآن مرا محافظ، رسول میری حیات
مجھے ڈرائے گی کیا گردشِ جہاں نوری

مخالفت کا غوغا جس قدر بلند ہوتا گیا، پرویز صاحبؒ کا لہجہ اسی قدر مستحکم ہوتا گیا۔ انہوں نے مذہبی پیشوائیت کے تمام الزامات کو باطل قرار دے دیا اور کہا :۔

"میں اپنی بصیرت کے مطابق قرآنی فکر پیش کرتا ہوں آپ کے لئے ضروری ہے کہ آپ از خود قرآن کریم پر غور و فکر کے بعد فیصلہ کریں کہ میری فکر صحیح ہے یا نہیں۔ اسے اچھی طرح سُن رکھئے کہ جس دن آپ نے دین کے معاملہ میں قرآن کریم کی بجائے کسی الّسان کو سند مان لیا، آپ نے فرقہ بندی کی بنیاد رکھ دی اور یہ آپ کو معلوم ہی ہے کہ فرقہ پرستی قرآن کی رُو سے شرک ہے۔" (طلوعِ اسلام صہ ۲۱ شمارہ مارچ، اپریل ۱۹۸۹ء)

• ۔۔۔ فرقہ بندی کو جو شخص شرک سمجھتا ہو اور اس پر ایمان رکھتا ہو وہ خود کسی پارٹی یا نئے فرقہ کی بنیاد کیسے رکھ سکتا تھا؟! ہر سر طریق سے پرویز صاحبؒ لوگوں تک یہ بات پہنچانے کی کوشش کرتے کہ یہ بہتانِ عظیم ہے کہ وہ تین نمازیں اور ۹ روزوں کے قائل ہیں یا وہ منکرِ حدیث و قرآن ہیں یا تحریفِ قرآن کرتے ہیں یا کمیونسٹ ہیں۔ وہ ہر ہر سانس اپنا مسلک واضح کرتے رہے۔ دہراتے رہے۔ بار بار طلوعِ اسلام میں شائع کرتے رہے۔

- " اسلام اور مذہب دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ اسلام مذہب نہیں ہے بلکہ دین ہے۔ مذہب، اللہ اور بندے کے درمیان روحانی تعلق کا نام ہوتا ہے جب کہ دین پوری زندگی کو محیط ہوتا ہے۔ زندگی گذارنے کا ضابطہ ہوتا ہے اور اجتماعی ہوتا ہے۔ یعنی ایسا نظامِ حیات جو ایک آزاد مملکت میں ہی پروان چڑھ سکتا ہے۔ ظاہر ہے آئین، نظام، ضابطہ، قانون ہوتا ہی مملکت کے لئے ہے اور اسی لئے ایسے خطۂ زمین کی ضرورت ہوتی ہے جہاں دین نافذ کیا جا سکے اور اس کا اتباع کیا جا سکے، جہاں صرف اور صرف اللہ کے قانون کی حکمرانی ہو"۔ (طلوعِ اسلام، مارچ ۱۹۸۹ء)
- " دنیا میں حق و باطل کا معیار اللہ کی کتاب (قرآنِ کریم) ہے جو اس کسوٹی پر پورا اترتا ہے صحیح ہے جو اس کے خلاف جاتا ہے وہ غلط ہے خواہ اسے کسی کی طرف منسوب کیا گیا ہو"۔ طلوعِ اسلام ص۶۔ مارچ، اپریل ۱۹۸۹ء)
- " قرآنِ کریم، تمام نوعِ انسان کیلئے اللہ کی طرف سے عطا کردہ واحد، مکمل اور آخری ضابطۂ حیات ہے"۔ (پمفلٹ طلوعِ اسلام کا مقصد و مسلک)
- " حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں۔ قیامت تک اب کوئی دوسرا نبی نہیں آسکتا۔ اب یہ باب ہمیشہ کے لئے بند ہو چکا ہے۔ حضور پاکؐ کا اسوۂ حسنہ، حسنِ سیرت و کردار کا بلند ترین معیار ہے"۔
- " رسولِ اکرمؐ کی ہر وہ حدیث برحق ہے جو قرآن کی بنیادی تعلیم اور اصول کے مطابق ہو (ہو نہیں سکتا کہ رسول اپنی مرضی کو، اللہ کی مرضی بنا کر پیش کرے یا وہ کچھ چاہے جو اللہ نے نہیں چاہا"۔ (پمفلٹ: طلوعِ اسلام کا مقصد و مسلک)
- " قرآن کی رُو سے دنیا بھر میں بسنے والے تمام انسان، ایک عالمی برادری کے افراد ہیں، اس برادری کے قیام کی عملی شکل یہ ہے کہ تمام دنیا ایک ہی نظام کے مطابق زندگی بسر کرے۔ اس عالمگیر نظامِ زندگی کی تشکیل کی صورت یہ ہے کہ ہر زمانہ کے انسان، اپنے زمانے کے تقاضوں کے مطابق، قرآن کے غیر متبدّل اصولوں کی روشنی میں، باہمی مشاورت سے،
- " جزوی قوانین" خود مرتب کریں (انہیں قوانینِ شریعت کہا جاتا ہے) یہ جزوی قوانین حالات کی تبدیلی سے بدلتے رہیں گے لیکن قرآن کے بنیادی غیر متبدّل اصولوں کے تحت اور مطابق ہی رہیں گے ـــ اس نظام کی رُو سے قرآن ایک ایسے معاشرے کی تشکیل کرتا ہے جس میں تمام افراد کی مضمر صلاحیتوں کی کامل نشوونما ہو جاتی ہے اور کوئی فردِ معاشرہ اپنی ضروریاتِ زندگی سے محروم نہیں رہتا۔ اس ربوبیّتِ عامہ کے حصول کیلئے ضروری ہے کہ رزق کے سرچشمے، افراد کی ملکیت کے بجائے معاشرہ کی تحویل میں رہیں تاکہ رزق کی تقسیم ہر ایک کی ضرورت کے لحاظ سے ہوتی رہے اور اس طرح کوئی انسان، دوسرے انسان کا محتاج نہ رہے"۔ (تحریکِ طلوعِ اسلام ایک تعارف، مطبوعہ طلوعِ اسلام ٹرسٹ)
- " دنیا میں جتنے بھی نظام ہیں خواہ وہ کمیونزم ہو، سوشلزم ہو، سرمایہ داری ہو، پارلیمانی ہو، جمہوری ہو، آمریت ہو بادشاہت ہو۔ قرآن کی رُو سے سب باطل ہیں۔ شرک ہیں۔ حکومت صرف اللہ کی ہے ـــ اسی طرح قرآن کی رُو سے اسلامی نظامِ حکومت میں کوئی جائیداد، کوئی زمین، کوئی کھیت، کوئی بلڈنگ کسی فردِ واحد کی نہیں ہو سکتی۔ کوئی رزق کا سرچشمہ کسی فرد کی ملکیت نہیں ہو سکتا۔ جس طرح سورج کی روشنی ہوا اور پانی کسی کی ملکیت نہیں ہوا کرتے"۔

• ــــ پنجاب اور سندھ کے سابق انسپکٹر جنرل پولیس حاجی حبیب الرّحمٰن خان، ماہنامہ طلوعِ اسلام شمارہ مارچ، اپریل ۱۹۸۹ء کے صفحہ ۱۰۸ پر پرویز صاحبؒ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"میرے دِل میں شورش کاشمیری کی بڑی عزت تھی۔ ان کا ہفت روزہ رسالہ "چٹان" ضرور پڑھتا تھا۔ عشقِ رسولؐ ان کے دِل کی گہرائیوں میں موجود تھا۔ گفتگو کے درمیان، میں نے پرویز صاحبؒ کی کتاب "شاہکارِ رسالت" کا ذکر کیا کہ اسے ضرور پڑھیں اور کتاب انہیں پیش کی۔ ہفتہ بعد آئے تو ان کے ہاتھ میں 'چٹان' کا شمارہ تھا، جس کے سرورق پر پرویز صاحب کی تصویر تھی اور آنکھوں میں معذرت کے آنسو تھے۔ کہنے لگے "حاجی صاحب! آپ نے یہ کتاب دے کر میرے اوپر احسان کیا ہے۔ ایک تو حضرت عمرؓ کی شخصیت اُبھر کر سامنے آگئی اور دوسرے میرے ذہن میں تو پرویز صاحب کا نقشہ ہی کچھ اور تھا۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ میرے جیسا پڑھنے لکھنے والا شخص بغیر ان کی تحریر دیکھے ایک غلط قسم کا تأثر قائم کرلے۔ سردست اتنا ہی کرسکا ہوں کہ پہلی ہی اشاعت میں ان کی تصویر سرورق پر ــــ اور اپنی معذرت تاکہ قیامت کے دِن اللہ کے حضور شرمندگی سے بچ سکوں۔"

یہ ایک مثال تھی اس بات کی، کہ اکثریت محض سنی سنائی باتوں پر مفروضے قائم کرلیتی ہے۔ وہ شخص جو احادیث پر ایمان رکھتا تھا اسے منکرِ حدیث مشہور کردیا، جو قرآن کو قولِ فیصل کہتا تھا اسے منکرِ قرآن ٹھہرایا، جو زندگی بھر یہی کہتا اور لکھتا رہا کہ قرآن کا ایک ایک لفظ محترم، دائمی اور غیر متبدل ہے اور قیامت تک کے لئے اٹل اور محکم ہے اسے محرّفِ قرآن گردانا گیا، جو اسلام کو ہی ذریعۂ نجات سمجھتا تھا اسے کمیونسٹ اور ملحد کا خطاب دیا گیا اور جو فرقہ بندی کو شرک بتاتا تھا اسی کو "پرویزی فرقہ" کا بانی اور کافر قرار دیا گیا۔ یاللعجب ؏

نہ جب تک سامنے تھا حق، مجھے مسلم سمجھتے تھے
مسلماں ہوگیا جب میں، مجھے کافر کہا تم نے!

• ــــ علامہ غلام احمد پرویزؒ کا مقام قائدِاعظمؒ کی نظر میں کیا تھا؟! اس کی معمولی سی مثال ۱۴ جون ۱۹۴۷ء کا لکھا ہوا، قائدِاعظمؒ کا وہ خط ہے جو انہوں نے مسلمانانِ ہند کے قائد اور پاکستان کے ہونے والے سربراہ کی حیثیت میں علامہ پرویز کو لکھا تھا اور خواہش ظاہر کی تھی کہ وہ (علامہ پرویزؒ) ایسے نام تجویز کریں (جنہیں پاکستان بن جانے کے بعد) مرکزی سیکرٹریٹ میں ملازمت کے لئے مناسب خیال کرتے ہوں ــــــــ یہ بہت بڑی بات ہے کہ قائدِاعظمؒ ایسا مدبّر و راہنما آئندہ مملکت کے سیکرٹریٹ میں ملازمین و عہدیداران رکھنے کے لئے **پرویز** صاحب کی تجویز کا طلبگار تھا۔ مناسب ہوگا کہ اس مقام پر قائدِاعظمؒ کے خط کا اصل متن قائدِاعظمؒ ہی کے الفاظ میں پیش کروں:۔

10-AURANGZEB ROAD
NEW DELHI
14Th JUNE, 1947.

DEAR MR PERVEZ,

I THANK YOU FOR YOUR LETTER OF 13Th JUNE, WILL YOU PLEASE SEND ME THE NAMES OF THOSE WHO, YOU THINK, WILL BE THE REAL SERVANTS OF OUR FUTURE SECRETARIAT?

YOURS SINCERELY
M.A JINNAH.

(بحوالہ "تحریکِ پاکستان اور پرویز" شائع کردہ طلوعِ اسلام ٹرسٹ لاہور ص۲)

• ——— پاکستان بن جانے کے بعد، قائدِ اعظمؒ نے پرویز صاحبؒ کو بطورِ خاص بلا کر کہا کہ 'طلوعِ اسلام' نے 'تحریکِ پاکستان' میں جس بھرپور طریقے سے حصہ لیا اور اسے عوام النّاس سے روشناس کرایا۔ میری خواہش ہے کہ "طلوعِ اسلام" کے لئے حکومتِ پاکستان کی جانب سے گرانٹ منظور کردی جائے۔ علّامہ پرویزؒ نے شکریہ کے ساتھ جواباً کہا :۔

"اس وقت میرے قلم اور اللہ کے درمیان کوئی چیز حائل نہیں ہے، یہ گرانٹ میرے قلم کی پرواز میں کوتاہی کا سبب بن سکتی ہے۔ ہو سکتا ہے کبھی ایسا وقت آجائے کہ مجھے حکومتِ پاکستان یا بانیانِ پاکستان کی کسی بات کی گرفت کرنا پڑے، اس وقت شاید یہ ممکن نہیں ہو سکے گا۔"

قائدِ اعظمؒ نے کچھ لمحے توقّف کیا، پھر کہنے لگے :۔

"اچھا" طلوعِ اسلام' کے لئے گرانٹ نہ سہی، تم اپنے لئے جو کرسی مناسب سمجھو، قبول کر سکتے ہو۔"

پرویز صاحبؒ نے بصد احترام شکریہ کے ساتھ یہ پیشکش بھی مسترد کردی۔ فرمایا :۔

"جس کرسی پر، میں ہندوستان میں تھا، اسی کرسی پر پاکستان میں رہونگا۔"

• ——— یہ سنہ ۱۹۶۴ء کی بات ہے۔ پاکستان کے ایوانِ صدر میں فیلڈ مارشل محمد ایوب خان صدرِ پاکستان کو اسلام کا بنیادی اصول سمجھاتے ہوئے علّامہ پرویزؒ نے کہا :۔

"جب تک آپ صدر ہیں، غریب کی روٹی مہنگی نہ کرنا ——— عزتِ نفس اور بنیادی ضروریاتِ زندگی فراہم

کرنا ـــــ بس یہی اسلام کی بنیاد ہے۔" (طلوع اسلام، مارچ اپریل ۱۹۸۹ء ص ۱۶)

اس کے بعد جب تک کرسیٔ صدارت پر فیلڈ مارشل محمد ایوب رہے انہوں نے پرویزؒ صاحبؒ سے برابر رابطہ رکھا پرویز صاحبؒ سے بالمشافہ تعارف سے پہلے ہی محمد ایوب خاں صاحب "سلیم کے نام خطوط" اور "قرآنی فیصلے" پڑھ چکے تھے اور ان سے کافی متاثر تھے۔ ملاقات کے بعد باقاعدگی سے "طلوعِ اسلام" اور پرویز صاحبؒ کا دیگر لٹریچر پڑھتے رہے۔ یہ اسی کا اثر تھا جو عائلی قوانین کے نفاذ کا سبب بنا اور عورت کے ایک بنیادی حق کو آئینی طور پر تسلیم کیا گیا تھا۔

• ـــــ پاکستان کے سابق صدر اور وزیراعظم جناب ذوالفقار علی بھٹو بھی پرویز صاحب کے بڑے معترف تھے۔ پرویز صاحبؒ نے اکثر مضامین سوشلزم اور نظامِ ربوبیت پر لکھے ہیں جو بھٹو صاحب کی نظر سے گذر چکے تھے جب بھی علامہ پرویز صاحبؒ سے ان کی ملاقات ہوئی تو وہ بڑے احترام سے ملتے۔ اپنی پہلی ملاقات میں ہی انہوں نے پرویز صاحبؒ کو بتایا تھا۔

> "میں تو آپ کو بڑے عرصے سے جانتا ہوں اور آپ کا تعارف تو میرے والد صاحب نے کرایا تھا۔ آپ تحریکِ پاکستان میں قائدِاعظم کے ساتھیوں میں شمار ہوتے تھے۔ والد صاحب نے یہ بھی کہا تھا کہ جب بھی وقت ملے۔ پرویز صاحب سے ضرور ملنا اور ان کی کتابیں بھی پڑھنا۔ اس کے بعد نتیجہ اخذ کرنا اور اثر لینا، یہ تمہارے اپنے فیصلے پر ہے۔"

(بحوالہ طلوعِ اسلام، ص ۱۰۷۔ شمارہ مارچ، اپریل ۱۹۸۷ء)

• ـــــ لارڈ برٹرنڈرسل کا شمار عصرِ حاضر کے ممتاز ترین مفکرین میں ہوتا ہے۔ ۲۵ اگست ۱۹۵۰ء کو آسٹریلیا جاتے ہوئے وہ کراچی کچھ دیر کے لئے رکے تو چند اخباری رپورٹرز اور حکومتِ پاکستان کے دو جونئر افسروں کے علاوہ علامہ غلام احمد پرویزؒ ہی تھے جن کی ان سے ملاقات ہوئی اور مختصر سی اس ملاقات میں بھی علامہ پرویزؒ نے انہیں علامہ اقبالؒ کی فکر فلسفہ اور قرآن کے بنیادی اصولوں سے آگاہ فرمایا اور درخواست کی کہ وہ اقبالؒ کے فلسفہ کا مطالعہ کریں کیونکہ اقبالؒ نے اپنی فکر کا سرچشمہ قرآن کو قرار دیا ہے اور دنیا کی آبادی کا قریب پانچواں حصہ اس کتاب (قرآن) پر اپنی زندگی کی بنیادیں رکھنے کا مدعی ہے۔ (بحوالہ "سلسبیل" از پرویزؒ ص ۳۴۲)

• ـــــ پروفیسر ٹوئن بی (TOYN BEE) ایسی عالمی شہرت یافتہ شخصیت ہیں جن کی عالمانہ تحقیق اور دوررس فکری بصیرت نے دنیا بھر کے ادب کو متاثر کیا ہے۔ ۱۹۵۵ء میں نیویارک ٹائمز کے نمائندوں نے ان سے چھ (۶) سوالات پوچھے تھے۔ یہ سوالات اور ان کے جوابات "ریڈرز ڈائجسٹ" کی جون ۱۹۵۵ء کی اشاعت میں شائع

ہوئے۔ جن پر تبصرہ کرتے ہوئے علامہ پرویزؒ نے جس طرح قرآن کے تصورِ تہذیب و تمدن اور معاشرت کو پیش کیا اور نظامِ ربوبیت کو سمجھایا وہ عصرِ حاضر کے بڑے سے بڑے مفکر اور عالم کے بس کی بات نظر نہیں آتی۔ طوالت مضمون کا خوف نہ ہوتا تو اس کی تفصیل درج کرتا پھر بھی قارئین سے گذارش کرتا ہوں کہ پرویز صاحبؒ کی کتاب "سلسبیل" کا آخری حصہ ضرور دیکھیں، یقیناً بڑا ہی بصیرت افروز ثابت ہوگا۔

• مائیکل۔او۔نیل۔ مایہ ناز اخبار نویس ہے۔ ہانگ کانگ سے ایک رسالہ "ایشیا ویکلی" کے نام سے شائع ہوتا ہے جو دنیا بھر میں زبردست اہمیت و شہرت کا حامل ہے اور 'ٹائمز' اور 'نیوز ویک' کی طرح مقبول ہے۔ مائیکل او۔نیل اس رسالہ کا ایڈیٹر ان چیف ہے ــــــ ۱۹۸۱ء میں صدرِ پاکستان جنرل ضیاء الحق صاحب نے شرعی عدالت کے ذریعہ سے کچھ اسلامی سزائیں ملک میں نافذ کیں۔ یہ سزائیں ساری دنیا کے اخبارات کا موضوع بنیں۔ تو مائیکل۔او۔نیل صدرِ پاکستان کا انٹرویو لینے پاکستان آیا اور اس نے اسلام اور اسلامی سزاؤں سے متعلق طویل استفسارات کیے۔ ان کے جو جوابات صدر مرحوم نے ان کو دیئے وہ ان سے مطمئن نہیں ہو سکا اور بار بار صدر سے کہتا رہا کہ جو کچھ آپ کہتے ہیں وہ قرآن میں کہیں نہیں ہے۔ اس سے اس بات کا بھی اندازہ ہوتا ہے کہ وہ قرآن کے بنیادی پیغام کا بھی علم رکھتا تھا۔ بہر حال صدر ضیاء الحق سے غیر مطمئن ہو کر وہ علامہ غلام احمد پرویزؒ سے ملنے ان کی رہائش گاہ پر آیا اور ان سے انٹرویو لیا ــــــ واپس جا کر اس نے ایک ہی شمارے میں صدر اور پرویز صاحبؒ دونوں کے انٹرویوز شائع کر دیئے اور لکھا کہ جس قسم کا اسلام یہاں پیش کیا جا رہا ہے اس سے گذشتہ کچھ عرصہ سے مغربی ایشیاء سے جنوب مشرقی ایشیاء تک کے باشندوں میں زبردست کنفیوژن پیدا ہو رہا ہے جس کی تہہ تک پہنچنے کے لئے گذشتہ ہفتہ میں نے ۸۰ سالہ پرویز سے ملاقات کی اور اس ملاقات کے بعد بات کس قدر واضح اور صاف ہو گئی ہے ــــ میں اب سمجھا ہوں کہ اسلام کیا ہے ــــ ؟!

اس کے ساتھ ہی اس نے شاندار الفاظ میں جناب پرویز صاحبؒ کو زبردست خراجِ عقیدت و تحسین پیش کیا ہے

م ــــ جناب شورش کاشمیری نے اپنے رسالے ویکلی چٹان لاہور کی ۱۳ مئی ۱۹۷۴ء کی اشاعت میں لکھا:

• ایڈیٹر چٹان کو جناب غلام احمد پرویز صاحب سے ذاتی نیاز حاصل نہیں ہو سکا کبھی ان سے بالمشافہ ملاقات نہیں ہوئی لیکن ان کی عظیم کتاب "شاہکارِ رسالت" پڑھنے کے بعد ایڈیٹر چٹان کو یقین ہو چکا ہے کہ اپنی اس کتاب کی بدولت پرویز بارگاہِ خداوندی میں سرخرو ہو کر باریاب ہونگے اور یہ کتاب ان کے لئے توشۂ آخرت ثابت ہوگی۔ اللہ تعالیٰ ان فضلائے امت کے ساتھ انہیں جگہ دیں گے جن کے دل اسلام کے لئے ہر دور میں دھڑکتے رہے ہیں۔"

- پیر علی محمد راشدی، تحریکِ پاکستان کا ذکر کرتے ہوئے روزنامہ جنگ راولپنڈی میں ۱۱ مئی ۱۹۸۲ء میں لکھتے ہیں:

"پرویز صاحب جو اس زمانے میں وائسرائے کی کابینہ کے ڈپٹی سیکرٹری ہوتے تھے۔ اپنی نوکری یا انگریز اور ہندوؤں کی ناراضگی کی پرواہ کئے بغیر مسلم لیگی حلقوں میں پھرتے اور ورکروں کے حوصلے بڑھاتے رہتے تھے شاید ہی کوئی شام ایسی ہوتی تھی جب یہ مسلم لیگی کیمپ کا چکّر نہ لگاتے تھے۔ سرکاری ریکارڈ سے متعلق خصوصاً اعداد و شمار کے بارے میں جس قدر معلومات کی ضرورت ہوتی تھی، یہ فراہم کرتے تھے۔ یہ اپنی جگہ ایک عالم بھی تھے۔"

- روزنامہ جنگ راولپنڈی نے اپنی ۲۰ اکتوبر ۱۹۸۸ء کی اشاعت میں انکشاف کیا :۔

"غلام احمد پرویز، قائدِ اعظم کے ذاتی مشیر تھے۔ آپ کو اجازت لئے بغیر حضرت قائدِ اعظمؒ سے ملاقات کا اذنِ عام تھا۔"

- ماہنامہ عرفات لاہور: حالانکہ بریلوی فرقے کے علماء کا رسالہ ہے لیکن اپنی نومبر/دسمبر ۱۹۸۹ء کی اشاعت میں علامہ پرویزؒ کا تعارف انتہائی عقیدت و احترام سے بطور مفسرِ قرآن کرایا اور محترم پرویزؒ صاحب کی کتب کا تفصیلی ذکر کرتے ہوئے لکھا:۔

"جناب غلام احمد پرویز گورنمنٹ آف انڈیا کے مرکزی دفتر میں ملازم تھے۔ قیامِ پاکستان کے بعد یہ دفتر کراچی میں منتقل ہوگیا۔ ۱۹۵۵ء میں ملازمت سے سبکدوش ہوئے۔ کانسٹی ٹیوشن آف پاکستان ۱۹۵۶ء کے تحت ممبر اسلامک لاء کمیشن بھی ہوئے۔ صدر قرآنک ایجوکیشن سوسائٹی لاہور بھی رہے۔ انہوں نے فکرِ قرآن کا پچاس سالہ جشن، نومبر ۱۹۷۸ء میں منایا۔"

- مجلّہ علم و آگہی، گورنمنٹ نیشنل کالج کراچی کا میگزین ہے۔ اس نے ایک خصوصی شمارہ جلد دوم ۷۵-۱۹۷۴ء میں لکھا:

"محترم غلام احمد پرویزؒ، قائدِ اعظمؒ، تحریکِ پاکستان اور علامہ اقبالؒ پر ایک اتھارٹی تھے۔ پرویز صاحبؒ پر مانٹریال یونیورسٹی (کینیڈا) میں ایک طالب علم نے مولانا سعید احمد اکبرآبادی کی زیرِ نگرانی پی۔ایچ۔ڈی کا مقالہ تحریر کیا تھا۔ انہوں نے قائدِ اعظم محمد علی جناح کے ایماء پر اپریل ۱۹۳۸ء میں رسالہ — طلوعِ اسلام نکالا تھا۔ قرآنِ مجید پر غور و فکر اور سمجھنے کے لئے آپ نے کئی کتابیں بھی تحریر کیں۔"

- شعبہ تعلیم پنجاب سے منسلک محمد ارشاد صاحب طلوعِ اسلام، مارچ ۱۹۹۰ء کے شمارہ میں علامہ موصوف کی شخصیت کا جائزہ لیتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"علامہ اقبالؒ کی زندگی میں جو پہلا یومِ اقبال منایا گیا تھا۔ اس پر علمی طور پر بھاری بھرکم تحقیق کا شاہکار مقالہ — محترم غلام احمد پرویزؒ کا تھا جس پر علامہ اقبالؒ نے بھی مہرِ تصدیق ثبت کی تھی ... محترم پرویز صاحبؒ

کی مخالفت کی سب سے بڑی وجہ ان کی تھیا کریسی کی مخالفت تھی۔ چنانچہ مودودی صاحب پرویز صاحب کا نام لئے بغیر لکھتے ہیں" :-

" حال ہی میں ایک نیا اندازِ فکر پیدا ہوا ہے کہ اسلام میں پریسٹ ہڈ نہیں ہے۔ قرآن و سنّت اور شریعت پر کوئی مُلّا اجارہ دار نہیں ہے کہ بس وہی اس کی تعبیر کرنے کا مجاز ہو۔ جس طرح وہ تعبیری احکام اور اجتہاد و استنباط کرنے کا حق رکھتا ہے۔ اسی طرح ہم بھی یہ حق رکھتے ہیں "۔

(ترجمان القرآن۔ دسمبر ۱۹۵۳ء)

پرویز صاحب تھیاکریسی کی جگہ، مسلم مجلس شوریٰ کو یہ حق دینا چاہتے تھے کہ وہی امّت کے لئے قانون سازی کرے اور مشورے دے اگر علمائے کرام اس مجلس شوریٰ میں منتخب ہو کر پہنچ سکتے ہیں تو وہ ایسے علماء کے خلاف نہ تھے ـــــ تھیاکریسی کی یہی وہ مخالفت تھی جس کے نتیجہ میں پاکستان معرضِ وجود میں آیا۔ مولوی حضرات کے پاس تھیاکریسی کا کوئی دفاعی ہتھیار نہ تھا۔ چنانچہ انہوں نے اوچھے ہتھیار اختیار کر کے پرویز صاحبؒ کے خلاف منکرِ حدیث، منکرِ سنّت (بلکہ منکرِ قرآن تک) ہونے کا اتنا زوردار پروپیگنڈا کیا کہ ساری فضا اس سے متاثر ہو گئی۔ ..... محترم پرویز صاحب زندگی بھر عملی سیاست سے الگ رہے اور قرآنی نقطۂ نگاہ سے سیاستدانوں کے نظریات پر محاکمہ کرتے رہے۔ وہ فرقہ بندی کو شرک سمجھتے تھے۔ کتاب اللہ کے علاوہ کسی اور " انسانی ساختہ قانون " کے نفاذ کو ظلم اور کفر سمجھتے تھے ..... کلیدی عہدوں پر غیر مسلم افراد کے تقرر کے سخت خلاف تھے ..... زمین کی قومی ملکیّت کے حامی تھے ..... بغیر محنت کے کمائے گئے سرمایے، نفع، کرایہ داری اور بٹائی کو سُود خیال کرتے تھے اور اس کے سخت مخالف تھے۔ انہوں نے خود کوئی فرقہ نہیں بنایا اور نہ کوئی نئی نماز ایجاد کی۔ وہ فرقہ بندی پیدا کرنے کے خلاف تھے "۔

• ـــــ اور یہ ۱۹۲۶ء کا ذکر ہے۔ ریاست بہاولپور کی ایک عدالت میں مقدّمہ دائر ہوا جس میں ایک مسلم خاتون نے یہ دعویٰ کیا کہ اس کے خاوند نے قادیانی مسلک اختیار کر لیا ہے جس کی وجہ سے وہ مرتد ہو گیا ہے۔ اس لئے اس شخص سے مدّعیہ کا نکاح فسخ قرار دیا جائے ـــــ اس مقدّمہ نے ملک گیر شہرت حاصل کر لی اور مسلموں میں ایک ہیجان پیدا ہو گیا۔ (غالباً) اپنی نوعیّت کا یہ پہلا مقدّمہ تھا جس میں فیصلہ طلب سوال یہ تھا کہ ایک شخص قادیانی مسلک اختیار کرنے کے بعد مسلم رہتا ہے یا نہیں؟ ـــــ یہ مقدّمہ قریب نو سال تک زیرِ سماعت رہا اور آخرالامر محمد اکبر صاحب ڈسٹرکٹ جج بہاولپور نے، فروری ۱۹۳۵ء کو اس کا فیصلہ سنا دیا۔ مدّعیہ کی طرف سے (اپنے وقت کے) بڑے بڑے جیّد علماء بطور گواہ پیش ہوئے، جن میں مولانا غلام احمد، شیخ الجامعہ عباسیہ بہاولپور، مولانا محمد شفیع مفتی دارالعلوم دیوبند اور شیخ الحدیث دیوبند وغیرہم بھی شامل تھے۔ بقول فاضل جج اس مقدّمہ کا سارا دار و مدار اس بات پر تھا کہ " نبوّت کی حقیقت کیا ہے؟ " جج نے اپنے فیصلے میں لکھا ہے کہ :-

" اس باب میں کافی جستجو کی (جستجو کا یہ عرصہ نو سال تک پھیلا ہوا ہے) لیکن نبی کی کوئی جامع تعریف نہ مل سکی۔ آخر کار ایک رسالہ میں ایک مضمون بعنوان 'میکانکی اسلام' از جناب چوہدری غلام احمد پرویز میری نظر سے گذرا۔ اس میں انہوں نے مذہب اسلام کے متعلق آج کل کے روشن ضمیر طبقہ کے خیالات کی ترجمانی کی ہے اور پھر خود ہی اس کے حقائق بیان کئے ہیں۔ اس سلسلے میں نبوّت کی جو حقیقت انہوں نے بیان کی ہے، میری رائے میں اس سے بہتر اور کوئی بیان نہیں کی جاسکتی۔"

چنانچہ پرویز صاحب کی جامع تعریف کی روشنی میں جج صاحب نے اس مقدمہ کا فیصلہ کر دیا جس کی رُو سے مدعا علیہ قادیانی عقائد اختیار کرنے کی وجہ سے مرتد قرار پایا اور مدعا علیہ کا نکاح فسخ قرار پایا۔ مذکورہ بالا فیصلہ میں فاضل جج نے کہا کہ ان کی عدالت میں ہندوستان کے بڑے بڑے جیّد علماء حضرات پیش ہوئے جن میں سے ایک ایک کا بیان سینکڑوں صفحات پر مشتمل تھا لیکن وہ حقیقتِ نبوّت کے متعلق ان میں سے کسی کے بیان سے بھی مطمئن نہیں ہو سکے اور مطمئن ہوئے تو غلام احمد پرویز کے مضمون سے جو خالص قرآنی حقائق کی بنیاد پر لکھا گیا تھا۔"

(ختم نبوّت اور تحریک احمدیت صہ ۶/ ۵)

جیسا کہ میں نے ابتداء میں عرض کیا تھا کہ پرویز صاحبؒ کے تعارف کے لئے "اختصار نگاری" انصاف کے تقاضے پورے نہیں کر سکے گی حقیقت تو یہ ہے کہ ع　سفینہ چاہیئے اس بحرِ بیکراں کے لئے!

" سرسیّد علیہ الرحمتہ نے (تو) قوم کو جینے کا سلیقہ سکھایا (تھا) حالیؒ نے پُرسوز طریقے سے ملّت کے عروج و زوال کی داستان رقم کی۔ اقبالؒ نے زندگی کے رازہائے سربستہ کی عقدہ کشائی کی (لیکن) علامہ غلام احمد پرویزؒ نے نہ صرف ان رازہائے سربستہ کی قرآنی تشریحات پیش کیں بلکہ خود قرآن کو ایک قابلِ عمل دستورِ حیات کے طور پر پیش کیا۔"　(طلوعِ اسلام صہ ۲۸، شمارہ مارچ۔ اپریل ۱۹۸۹ء)

" شروع میں آپ نے قرآن فہمی کے اسلوب علامہ اقبالؒ سے پائے۔ علامہ اقبالؒ ہی کے ایماء پر آپ عربی زبان میں پختگی حاصل کرنے کیلئے علامہ محمد اسلم جیراجپوریؒ کے پاس گئے جن کی مشفقانہ اور مربیانہ رفاقت سے پرویز صاحبؒ نے اس قدر فیضان حاصل کیا کہ بقول علامہ محمد اسلم جیراجپوری، وہ ان سے بھی آگے نکل گئے۔ یہ اسی قرآن فہمی کا اعجاز تھا کہ آپ نے تحریکِ حصولِ پاکستان میں بطور دینی فریضہ حصہ لیا اور اس تحریک میں قائدِ اعظمؒ کے معاون بن کر نیشنلسٹ علماء کی مخالفانہ سازشوں کا تار و پود بکھیرتے رہے"

(طلوعِ اسلام صہ ۲۸۔ مارچ اپریل ۱۹۸۹ء)

• ــــــ موصوف نے سینکڑوں کی تعداد میں، زندگی کے ہر موضوع سے متعلق پمفلٹس شائع کئے۔ ان کی ضخیم اور نادر و بے مثال تصانیف کی تعداد بھی چالیس سے زیادہ ہے لیکن کچھ کتب ایسی ہیں جنہیں دیکھ کر یقین نہیں آتا کہ یہ تن تنہا ایک شخص کا کارنامہ ہو سکتا ہے۔ ان میں ایک کتاب ہے "انسان نے کیا سوچا" یہ بلاشبہ ایک ایسی کتاب ہے جس کی مثال اُردو تو کیا دنیا کی کسی بھی زبان میں شاید ہی مل سکے۔ یہ کتاب دو ھزار سال کے افکار و تصوّرات کا مخزن ہے۔

اسی طرح قرآنِ مجید کے سمجھنے میں ہر قسم کی رکاوٹ دور کرنے کے لئے عربی زبان کی مستند کتابوں کی مدد سے، چار ضخیم جلدوں پر مشتمل 'لغات القرآن' اور پھر اس لغت کی بنیاد پر 'مفہوم القرآن' جو تین جلدوں پر مشتمل ہے اور اس انداز سے لکھا گیا ہے کہ وجد طاری ہو جاتا ہے ــــــ پچیس سالہ درسوں پر مشتمل ایک اور معرکۃ الآراء تفسیرِ قرآن ہے "مطالب الفرقان" یہ اس اعتبار سے منفرد اور اپنی مثال آپ ہے کہ قرآن کی تفسیر خود قرآنِ کریم سے پیش کی گئی ہے۔ ــــــ قرآنِ حکیم کا ایک انسائیکلوپیڈیا "تبویب القرآن" کے نام سے ہے۔ یہ بھی تین بڑی جلدوں میں ہے۔ اور اس میں دو ہزار چار سو عنوانات ہیں ــــــ زندگی کے کسی بھی مسئلہ کا حل قرآن سے دریافت کرنا ہو تو وہ ایک ہی نظر میں اس میں مل جائے گا ــــــ رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلّم کی سیرتِ اقدس پر یوں تو بے شمار کتابیں لکھی گئی ہیں لیکن وہ سب انسانوں کی اپنی عقیدتوں کا مجموعہ کہی جا سکتی ہیں "معراجِ انسانیت" رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت پر مبنی ایسی کتاب ہے

"کتاب التقدیر" "شاہکارِ رسالت"۔ "اسلام کیا ہے"۔ "نظامِ ربوبیت"۔ "من و یزداں"۔ "ابلیس و آدم" "مقامِ حدیث"۔ "سلیم کے نام خطوط"۔ "طاہرہ کے نام خطوط"۔ "تصوّف کی حقیقت"۔ "اسبابِ زوالِ اُمّت" "قرآنی فیصلے" اور "ISLAM A CHALLENGE TO RELIGION" علّامہ مرحوم کی بے مثل کتب کہلائی جا سکتی ہیں۔

• ــــــ "اُس مردِ دانا و بینا کی زندگی کا مشن ہی یہ تھا کہ مسلمان، قرآنِ حکیم کو براہِ راست سمجھنے لگ جائیں اس دیدہ ور عاشقِ قرآن کی عمر بھر کی خارہ شگافی اور رات دن کی محنتِ شاقہ نے ہمیں کیا کچھ نہیں دیا۔ تیس بتیس سال تک وہ ہمیں درسِ قرآن دیتے رہے ۱۹۵۲ء میں پرویز صاحبؒ نے کراچی میں درسِ قرآن کا آغاز کیا تھا، ۱۹۵۸ء میں وہ لاہور منتقل ہوئے اور یہ سلسلہ از سرِ نو لاہور سے شروع ہوا جو ۵۔ اکتوبر ۱۹۸۴ء تک جاری رہا۔ ۱۹۶۷ء کے اختتام تک پورے قرآنِ پاک کے مطالب و مفاہیم ان درسوں کے ذریعہ سامعین کے ذہن نشین ہوئے۔ کچھ وقفہ کے بعد پھر فیض یافتگانِ درس نے یہ چاہا کہ دوبارہ یہ سلسلۂ درس شروع ہو جائے تاکہ قرآن کا پیغامِ حقیقی

معاشرے میں عام ہوتا چلا جائے۔ عاشقِ قرآن پرویز صاحبؒ نے، کمزوریٔ صحت کے باوجود، احباب کے اس تقاضے کو قبول کرتے ہوئے از سرِ نَو درس کا آغاز کیا۔" (طلوعِ اسلام ص۳۹ شمارہ مارچ، اپریل ۱۹۸۹ء)

ماہنامہ طلوعِ اسلام کی معاون مدیر، محترمہ ثریا عندلیب لکھتی ہیں:۔

"وہ ہمیں ہر درس میں تنبیہہ کرتے کہ " دیکھو قرآن کے عظیم الفاظ سے یونہی نہ گذر جایا کرو۔ رُک رُک کر سوچو اور غور کرو کہ قرآن کا ہر ہر لفظ ہمارا دامن پکڑتا ہے اور تدبر و تفکر کا تقاضا کرتا ہے ــــ، اسی مضمون میں انہوں نے یہ راہنمائی بھی کی کہ جب تک آپ اپنے ذہن کو پہلے سے قائم شدہ نظریات معتقدات اور تصورات سے پاک نہیں کر لیں گے۔ قرآنِ کریم کا صحیح مفہوم سمجھ میں نہیں آسکے گا اور جو شخص پہلے سے کوئی خیال قائم کر کے، قرآن کی طرف آتا ہے کہ اسے اپنے خیال کی سند اور تائید قرآن سے حاصل ہو جائے، اس کی رسائی صداقت تک نہیں ہو سکتی۔"

(طلوعِ اسلام ص۴۷ مارچ، اپریل ۱۹۸۹ء)

• ــــ **آج** اگر کوئی شخص علامہ پرویزؒ کو سمجھنا چاہے تو اس کے سامنے ان کا تمام لٹریچر ہونا نہایت ضروری ہے۔ مرحوم اکثر کہا کرتے تھے:۔

"قرآن، کا انسان پر سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ اس نے انسان کو اس کے مقام سے آشنا کر دیا ہے۔"

(طلوعِ اسلام ص۵۰ اپریل ۱۹۸۹ء)

بیاسی ۸۲ سال کی عمر تک قرآنِ کریم میں تفکر و تدبر کے نتیجہ میں، نہ صرف یہ کہ وہ خود اپنے مقام و مرتبہ اور مقصدِ حیات سے آگاہ و آشنا ہو چکے تھے بلکہ زندگی بھر یہی کوشش بھی کرتے رہے کہ کسی طرح بنی نوعِ انسان اپنے شرف کو پہچان لے اور اپنے مقام سے آگاہ ہو جائے۔ اس خواہش اور لگن میں وہ آخری سانس تک مصروفِ کار رہے۔ اس کی پرواہ کئے بغیر کہ کوئی انہیں کیا کہتا ہے اور کیا سمجھتا ہے ــــ بقول خود

وہ لوگ جن کی نظر منزلوں پہ ہوتی ہے
دھیان ہی نہیں دیتے کہ کیا کہا کس نے؟

علامہ موصوف اتنا کام کر گئے اور اتنے حوالے چھوڑ گئے کہ بڑے سے بڑے ریسرچ سکالر کو بھی کوئی مشکل پیش نہیں آسکتی ؎

قدم قدم پہ جلاتا ہوں خونِ دل کے چراغ
یہ سوچ کر کوئی پیچھے بھی آرہا ہوگا ــــ!

• ــــ تحریکِ پاکستان میں علامہ پرویزؒ کی قیادت و خدمت کا اعتراف، سرکاری سطح پر ۱۹۸۹ء میں کیا گیا اور

۱۴؍ اگست ۱۹۸۹ء کو حکومتِ پنجاب (پاکستان) نے انہیں "گولڈ میڈل" کا مستحق جانا۔

• ــــ مناسب ہوگا اگر آخر میں علامہ غلام احمد پرویزؒ کا لائف سکیچ بھی شاملِ مضمون کر لیا جائے۔

• ــــ علامہ موصوف کا پورا نام غلام احمد پرویز اور والد کا نام چوہدری فضل دین تھا۔ متحدہ ہندوستان کے معروف شہر بٹالہ (ضلع گورداسپور) کے ایک سنّی حنفی گھرانے میں ۹ جولائی ۱۹۰۳ء میں پیدا ہوئے۔ ان کے داداجان حکیم مولوی رحیم بخش اپنے وقت کے مانے ہوئے صوفی بزرگ تھے اور چشتیہ نظامیہ سلسلے سے تعلق رکھتے تھے۔

• ــــ پرویز صاحبؒ نے قرآن اور مذہبی علوم کی ابتدائی تعلیم اپنے داداجان سے حاصل کی۔ اس زمانے میں شہر بٹالہ کی جامع مسجد کے خطیب مولانا محمد ابراہیم اور ان کے چھوٹے بھائی مولانا ظفر الحق کے علم و ذہانت کا بڑا شہرہ تھا اور یہ دونوں، جیّد بزرگ تسلیم کئے جاتے تھے۔ چنانچہ پرویز صاحبؒ کو مزید تربیّت و تعلیم کے لئے ان کی شاگردی میں دے دیا گیا۔

• ــــ "A LADY OF ENGLAND" ہائی سکول بٹالہ سے ۱۹۲۱ء میں میٹرک پاس کیا اور پنجاب یونیورسٹی لاہور سے ۱۹۳۴ء میں بی۔اے کی ڈگری حاصل کی۔

• ــــ ۱۹۲۷ء میں گورنمنٹ آف انڈیا کے مرکزی سیکرٹریٹ میں ملازمت اختیار کی اور بہت جلد ترقی پاکر ہوم ڈیپارٹمنٹ میں اسٹیبلشمنٹ ڈویژن میں انتہائی اہم عہدہ پر فائز ہوئے۔

• ــــ اس صدی کی دوسری دہائی میں (قیامِ لاہور کے عرصہ میں) مفکرِ پاکستان علامہ ڈاکٹر محمد اقبالؒ کے قریب ہوئے جنہوں نے اپنی بصیرتِ قرآنی سے شعورِ پرویز کو دینِ اسلام اور فہمِ قرآن کی بے مثال ولازوال جہتوں سے آگاہ و آشنا کیا۔ یہ علامہ اقبالؒ کا ہی فیضانِ نظر تھا کہ پرویز صاحبؒ نہ صرف قرآن کے سانچے میں ڈھلتے گئے بلکہ تحریکِ پاکستان کے پیکر میں ایک سرگرم وفعال روح بن کر اتر گئے۔

• ــــ علامہ اقبالؒ ہی کے ایماء پر پرویز صاحب حافظ محمد اسلم جیراجپوریؒ سے ملے۔ حافظ صاحب برصغیر پاک و ہند کے زبردست عالم اور مسلم سکالر تھے۔ حافظ صاحب کی علمی شخصیت، مرتبت اور اہمیّت کا اندازہ اسی ایک بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ علامہ اقبالؒ ان کے اس حد تک معترف تھے کہ جناب پرویز کو عربی زبان و علوم سیکھنے کے لئے ان کی خدمت میں بھیجا تھا، جن کی رفاقت و محبّت نے پرویز صاحبؒ کو بہت کچھ عطا کیا اور پرویز صاحب خود ایک عالمِ دین اور استاد کی منزل و مقام تک پہنچے۔

• ــــ تحریکِ پاکستان کے دوران پرویز صاحبؒ قائدِ اعظم محمد علی جناحؒ کے دینی مشیر رہے اور قائدِ اعظمؒ کو خالص قرآنی اور دینی اقدار اور اصولوں سے آگاہ و آشنا کرتے رہے۔ قائدِ اعظمؒ سے ان کا تعارف بھی علامہ

اقبالؒ کے ذریعہ سے ہی ہوا تھا۔

• ۱۹۳۸ء میں علامہ اقبالؒ کے مشورے اور قائدِ اعظم محمد علی جناحؒ کی ہدایت پر "طلوعِ اسلام جاری کیا۔" اس کا پہلا شمارہ اپریل ۱۹۳۸ء میں علامہ اقبالؒ کی زندگی میں شائع ہوا تھا اور ان کی نظر سے گذرا تھا"

("ہفت روزہ نظریۂ پاکستان لائل پور ۲۳/۷ ۱۹۷۰ء - بحوالہ طلوعِ اسلام۔ مارچ ۱۹۹۰ء")

• قیامِ پاکستان کے فوری بعد پاکستان (کراچی) آگئے اور حکومتِ پاکستان کے مرکزی سیکرٹریٹ میں اسی عہدہ پر فائز ہوئے جس پر دہلی (انڈیا) میں فائز تھے۔

• بانیٔ پاکستان قائدِ اعظم محمد علی جناحؒ نے جو پاکستان کے پہلے گورنر جنرل بھی تھے۔ بہت چاہا کہ علامہ غلام احمد پرویزؒ جو چاہیں اپنی مرضی کی وزارت قبول کرلیں یا "طلوعِ اسلام" کے لئے سرکاری گرانٹ لے لیں لیکن علامہ موصوف نے بصد شکریہ کسی بھی قسم کی امداد، گرانٹ، اور وزارت کو قبول کرنے سے انکار کردیا۔ موصوف فکرِ قرآنی ہیں اور اس فکر کی وسیع بنیادوں پر نشر و اشاعت اور قرآنی نہج پر نوجوان نسل کی تعلیم و تربیت کیلئے خود کو وقف کر چکے تھے اور ہمہ تن اسی میں منہمک رہنے لگے تھے۔

• چنانچہ ۱۹۵۵ء میں قبل از وقت ریٹائرمنٹ لے لی اور مکمل آزادی کے ساتھ تحریکِ فکرِ قرآنی کو آگے بڑھانے اور پھیلانے لگے۔ ریٹائرمنٹ کے وقت اسسٹنٹ سیکرٹری (کلاس ون گزیٹڈ آفیسر) کا عہدہ انکے پاس تھا۔

• ۱۹۵۳ء میں کراچی کی سرکاری رہائش گاہ سے درسِ قرآنِ کریم کا باقاعدہ آغاز کیا۔ ۱۹۵۸ء میں وہ لاہور منتقل ہوئے اور ہفت روزہ قرآنی درس کا از سرِ نو آغاز کیا۔ جو ۵۔ اکتوبر ۱۹۸۴ء تک نہایت تسلسل سے جاری رہا۔ ۱۹۶۷ء کے اختتام تک پورے قرآنِ پاک کے مطالب و مفاہیم "ہفت روزہ درسوں کے ذریعہ سے سامعین کے ذہن نشین کرا چکے تھے۔ اور دوسرا دور جاری تھا کہ چوبیس ۲۴ فروری ۱۹۸۵ء کو سفرِ آخرت اختیار کیا۔

• پرویز صاحبؒ کی وفات کے بعد انکی رہائش گاہ بمقام ۲۵/بی گلبرگ ۲ لاہور ۱۱ میں ہی "دی پرویز میموریل (ریسرچ سکالرز) لائبریری، قائم کردی گئی اور ادارۂ طلوعِ اسلام کے دفاتر کو مستقل کر دیا گیا۔

• علامہ غلام احمد پرویزؒ نے کوئی اولاد پیچھے نہیں چھوڑی لیکن ان کا مشن، بذاتِ خود ایک ایسی یادگار ہے جو ان کے نام اور کام کو قیامت تک تابندہ و پائندہ رکھے گا اور اس مشن کی تکمیل میں جو ادارے شب و روز مصروفِ عمل ہیں ان میں، دنیا بھر میں پھیلی ہوئی طلوعِ اسلام کی بزموں کے علاوہ ماہنامہ طلوعِ اسلام، ادارہ طلوعِ اسلام طلوعِ اسلام ٹرسٹ، دی قرآنک ریسرچ سنٹر، دی قرآنک ایجوکیشن سوسائٹی۔ دی پرویز میموریل (ریسرچ سکالرز) لائبریری ان گنت ویڈیو اور آڈیو ٹیپس (TAPES) قرآنی دروس، سینکڑوں کی تعداد میں پمفلٹس اور ان کی تصنیف کردہ کتب کا ذخیرہ —— خاص طور پر قابلِ ذکر ہے۔

زمانے کی ستم ظریفی دیکھئے کہ:

ابلہانِ مسجد اس دیدہ ور کو بیسویں صدی کا سب سے بڑا کافر قرار دینے میں مصروف ہے اور یہ دیوانہ زندگی بھر قرآن کو سینے سے لگائے پھرتا رہا:

خدا رحمت کند این عاشقانِ پاک طینت را

رہا وہ سامنے جب تک، نہ اس کو پہچانا
چلا گیا ہے تو آتا ہے یاد — دیوانہ

قاسم نوری

بہ نذرِ علامہ پرویز علیہ الرحمۃ

تیری عظمت سینۂ تاریخ کی زندہ حیات — تیری قرآنی بصیرت سے ہوئے روشن جہات
ایک دنیا خوشہ چیں ہے ایک عالم فیضیاب — وارداتِ نو بہ نو ہیں تیرے مرہون کتاب

اتنا شائستہ مہذب تیرا اندازِ بیاں
تیرا اسلوبِ نگارش اِک جُداگانہ سماں

جذبۂ ایمانِ کامل اور تری دشواریاں — اللہ اللہ داعیٔ قرآں تری بیداریاں
بے مثال و لاجواب و نکتہ سنج و آفریں — قائدؒ و اقبالؒ کی عظمت کا تابندہ امیں

تیرا یہ ذوقِ نظر فکر و تدبّر، علمِ دیں
عصرِ نَو میں تیرے جیسا دیدہ ور کوئی نہیں

قاسمی تفسیرِ قرآں اللہ اللہ لاجواب — تا ابد نورِ ہدایت یہ مری اُمّ الکتاب

عزیز القاسمی - خانیوال

عقیدت کے پھول

شیخ عبدالحمید صاحب کے انتقال کی خبر بزمہائے طلوعِ اسلام میں گہرے رنج و الم سے سنی گئی۔ بزموں نے جہاں تعزیّت کی قرار دادوں میں انہیں زبردست خراجِ عقیدت پیش کیا ہے وہاں بہت سے احباب نے انفرادی طور پر بھی اپنے دلی جذبات و احساسات کا اظہار فرمایا ہے۔ جو محترم شیخ صاحب مرحوم کی نذر ہیں۔

۱۔ تحریکِ طلوعِ اسلام سے وابستہ وہ احباب جو محترم شیخ عبدالحمید صاحب کی خدماتِ جلیلہ سے آشنا ہیں وہ تادیر انکی کمی کو محسوس کرتے رہیں گے۔ کیونکہ ایسی پُروقار، خاموش طبع، نمود و نمائش سے بے پرواہ مفادِ تحریک کے لئے حریص، تسلیم و رضا اور مہر و وفا کا پیکر، عزم و استقامت کی چٹان۔ باہمت جفاکش کوہکن کا بدل شاید انہیں نصیب نہ ہو سکے۔
میرا ایمان ہے کہ اپنے نصب العین کی صداقت پر یقینِ محکم رکھنے والے اور استقامت سے اس پر جمے رہنے والے مجاہد کبھی مرا نہیں کرتے۔

——— جناب محمد اسلام صاحب ۔کراچی

۲۔ اس حقیقت سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکے گا کہ شیخ عبدالحمید صاحب مرحوم تحریک کی رگوں میں دوڑتا ہوا ایسا گرم و فعال جذبہ تھے جس کی مثال محترم پرویز صاحبؒ کا کوئی ساتھی، کوئی رفیق اور کوئی شاگرد پیش نہیں کر سکتا۔ انہوں نے باباجیؒ کی بہت سی ذمّہ داریوں کو "فرضِ عین" کی طرح اپنے ذمّہ لیا ہوا تھا اور جب تک بسترِ علالت پر گر نہیں گئے ہر حال میں ان ذمّہ داریوں کو نبھاتے رہے۔ مَیں نے اپنی ساری شعوری زندگی میں اتنا جانثارِ تحریک اور عقیدت مند کسی اور کو نہیں دیکھا۔

——— جناب قاسم نوری صاحب۔ مری

۳۔ "شیخ صاحب مل سکتے ہیں دو چار منٹ" ؟ ـــ ـ ـ ـ درس کے اختتام پر باباجیؒ کی یہ آواز شیخ صاحب کے وجود کی یاد دلاتی رہے گی۔ تحریکِ طلوعِ اسلام کے مفادات کا تحفّظ انہیں اپنی اولاد سے بھی عزیز تھا۔

ـــــــ جناب عبداللہ ثانی صاحب ۔ پشاور

۴۔ شیخ عبدالحمید صاحب بڑی پیاری شخصیت کے مالک تھے۔ ان کی زندگی ادارہ کی خدمت اور قرآنی فکر کی نشر و اشاعت میں بسر ہوئی۔

ـــــــ جناب نصراللہ خان صاحب، چک ۱۰ شمالی

۵۔ شیخ صاحب کی عمر کے ۲۵ سال گواہ ہیں کہ انہوں نے قرآن کی خدمت کا حق ادا کردیا۔

ـــــــ جناب محمد حسین خلجی ۔ ڈنمارک

۶۔ شیخ صاحب کی وفات سے تحریک ایک مخلص اور بے لوث کارکن سے محروم ہوگئی۔

ـــــــ جناب ڈاکٹر محمد حیات صاحب ۔ فیصل آباد

۷۔ شیخ صاحب سے میری پہلی ملاقات ۱۹۶۸ء میں ہوئی۔ کیا انسان تھے۔ ہنستا کھلتا چہرہ، ایک مکمل شخصیّت، ایک مکمل ادارہ خلوص اور پیار کا مرقع۔ نہ کسی سے لڑائی نہ کسی کی برائی۔ اپنے کام میں مگن اور ادر ہر دم مگن۔

ـــــــ جناب قمر پرویز صاحب ۔ جہلم

۸۔ ایک دیرینہ دوست، غمخوار، عزمِ صمیم کا مینار، مرورِ زمانہ کے پیچ وخم میں کھوگیا۔ قرآن کا شیدائی محفل قرآنی میں شمولیت کے لئے آگے بڑھ گیا۔

ـــــــ جناب صوفی سردار محمد صاحب ۔ برنالہ

۹۔ باباجیؒ کے شاگردوں میں شیخ عبدالحمید صاحب وہ ہستی تھے جنہیں دیکھ کر باباجیؒ کی قربت محسوس ہوتی تھی۔ افسوس وہ بھی چل بسے۔

ـــــــ جناب مقبول شوکت صاحب ۔ گوجرانوالہ

۱۰۔ مرحوم بے حد محنتی اور مخلص انسان تھے۔ ادارہ طلوعِ اسلام کے لئے ان کی خدمات ناقابلِ فراموش ہیں۔

ـــــــ جناب محمد اسلم صابر صاحب ۔ بوریوالہ

۱۱۔ ادارے کے تقدّس کو برقرار رکھنے اور ماحول کو خوشگوار بنانے میں شیخ صاحب نے جس خلوصِ نیّت کا ثبوت دیا وہ وابستگانِ تحریک کیلئے مشعلِ راہ ہے۔

ـــــــ محترمہ ثریّا عندلیب صاحبہ ۔ لاہور

۱۲۔ "میں آج پھر یتیم ہوگیا" ——— یہ الفاظ تھے ادارہ کے دیرینہ خدمت گذار محترم فضل دین کے، جو جو شیخ عبدالحمید صاحب کی وفات پر ان کی زبان سے بیساختہ نکلے۔ وہ پوچھتا ہے کہ باباجیؒ کی کمی تو شیخ صاحب نے پوری کردی تھی اب شیخ صاحب کی کمی کون پوری کرے گا؟

——— جناب فضل دین صاحب - لاہور

۱۳۔ ۱۹۶۶ء میں شیخ صاحب کے ساتھ راہ ورسم قائم ہوئی اور یہ رفاقت ان کی وفات تک قائم رہی۔ اس دوران باباجیؒ کی وفات کے بعد تحریک بہت سی الجھنوں کا شکار ہوئی جو شیخ صاحب کے حسنِ تدبّر اور مستقل مزاجی کے سامنے ایک ایک کرکے دم توڑتی چلی گئیں اور تحریک قدم بقدم آگے بڑھتی رہی۔ ان کے اوصافِ حمیدہ کے متعلق احباب بہت کچھ کہہ چکے ہیں اتنا اضافہ کروں گا:

ع سائے میں جس کے بیٹھ کر بھولے تھے تلخیاں
اے کاش ایسا پھر کوئی اب مہرباں ملے!

لطیف چوہدری

طلوعِ اسلام

= یہ نہیں کہتا کہ اسلاف کی کوئی بات نہ مانو۔ وہ صرف اتنا کہتا ہے کہ اسلاف کی کتابوں میں بھی جو کچھ ہے۔ اُسے قرآنِ کریم کی کسوٹی پہ پرکھ لو۔ جو بات اس کے مطابق ہو اسے صحیح مانو اور جو اس کے خلاف ہو اسے چھوڑ دو۔ وہ یہ بھی نہیں کہتا کہ ہمارے بزرگوں نے قرآن شریف کو نہیں سمجھا تھا۔ وہ صرف یہ کہتا ہے کہ قرآن شریف ہر ایک کو حکم دیتا ہے کہ وہ اسے غور و فکر سے سوچ سمجھ کر پڑھے اس لئے ہمیں قرآن شریف پر خود غور کرکے اسے سمجھنے کی کوشش کرنی چاہیئے۔

قرآنی تعلیم، بچوں کیلئے

قاسم نوری

جیسا کرو گے، ویسا بھرو گے (مکافاتِ عمل)

السّلام علیکم بچّو! گزشتہ ماہ آپ نے "عمل" کا مطلب سمجھا۔ اس ماہ آپ کو "مکافاتِ عمل" کا مفہوم بتائیں گے۔ بھئی ہے تو یہ بہت ہی مشکل لفظ۔ لیکن جب یہ خیال آتا ہے کہ آپ بچّے تو بڑے ہمّت والے ہیں اور مشکل سے مشکل کام بھی کر لیتے ہیں تو مشکل لفظ بھی ضرور سیکھ لیں گے تو پھر پتہ ہے کیا جی چاہتا ہے؟ —

جی چاہتا ہے جلدی سے قرآن کریم کی تمام بنیادی تعلیم سے آگاہ کردیں اور آپ حیران ہونگے کہ قرآن کریم کی پوری تعلیم کا راز، جس بات میں پوشیدہ ہے وہ صرف یہی ہے "مکافاتِ عمل" ہے۔ جس نے اس کو سمجھ لیا اس نے سارے اسلام اور سارے قرآن کو سمجھ لیا۔

ننھّے دوستو! "کام" کو عربی زبان میں "عمل" کہتے ہیں اور "مکافات" کا مطلب ہوتا ہے "بدلہ" "نتیجہ"۔ تو بھئی "مکافاتِ عمل" کے معنی ہوئے "کام کا نتیجہ" اور اس کا مفہوم ہُوا "جیسا کام ویسا انجام یا ویسا نتیجہ"

اچھا بچّو! یہ تو آپ کو معلوم ہے نا؟ کہ زندگی "حرکت" کو کہتے ہیں اور جو حرکت نہ کر سکے اُسے ہم "بے جان" یا لاش کہتے ہیں اور حرکت کا مطلب تو یہی ہوتا ہے نا؟ چلنا، پھرنا، دوڑنا، اُٹھنا، بیٹھنا، کھانا پینا

کام کرنا، محنت کرنا وغیرہ ـــــ اب اگر کسی بچے کو سکول جانا ہو تو وہ کیا کرے گا ؟ حرکت کرے گا نا ؟ یعنی چلنے کا عمل یا کام کرے گا۔ سیدھے سیدھے راستے سے چلے گا تو سکول پہنچ جائے گا اور اگر حرکت نہیں کرے گا، کھڑا رہے گا تو نہیں پہنچے گا، یا حرکت تو کی لیکن سکول جانے والی سڑک کے بجائے غلط راستہ اختیار کر لیا تو بھی سکول بھی نہیں پہنچے گا، پریشانی بھی ہو گی تھکن بھی ہو گی، وقت بھی ضائع ہو گا اور اس روز کلاس میں جو کچھ ٹیچر نے پڑھایا سکھایا اس سے بھی محروم ہو جائے گا۔ ساری کلاس سے پیچھے رہ جائے گا اور شرمندگی اور پچھتاوا الگ ہو گا۔ بس اسی کو "مکافاتِ عمل" کہتے ہیں یعنی صحیح کام، صحیح راستے اور طریقے سے کرو تو نتیجہ خوشی اور عزت کی صورت میں نکلتا ہے اور غلط راستے اور طریقے سے کرو تو دکھ، پریشانی، شرمندگی اور پچھتاوے کی صورت میں نکلتا ہے۔ اس کے لئے نہ کسی سفارش کی ضرورت ہوتی ہے نہ مہربانی اور احسان کی ـــــ اس صحیح راستے اور طریقے کو اللہ کا قانون کہتے ہیں۔

پیارے بچو! اللہ تعالیٰ نے ہر حرکت اور کام میں اس کام کا نتیجہ بھی رکھ دیا ہے اور ہمیں بتایا ہے کہ انسان جو بھی حرکت یا کام کرے گا اس کا نتیجہ ضرور سامنے آئے گا۔ اور اگر اس زندگی میں سامنے نہیں آئے گا تو بھی اگلی زندگی یعنی مرنے کے بعد کی زندگی میں ضرور ضرور سامنے آئے گا۔ اچھے کام کا اچھا نتیجہ اور برے کام کا برا نتیجہ۔ اس سے کوئی بچ نہیں سکے گا۔ اس بات کو یوں سمجھو آپ نے زمین میں ایک بیج بویا پھر آپ کہیں چلے گئے لیکن آپ کے چلے جانے سے کچھ بھی فرق نہیں پڑا، وہ بیج تو پودا اور

درخت پھر بھی بن گیا۔ اسی طرح ہم جو کام کرتے ہیں وہ کام بیج کی طرح ہوتا ہے ہم رہیں یا چلے جائیں وہ نتیجہ ضرور پیدا کرے گا۔ جیسا بیج ہو گا ویسا ہی درخت بن جائے گا۔

عزیز بچو! سارا اسلام اور قرآن یہی سمجھانے آیا ہے کہ زندگی صرف جسم کے مر جانے سے ختم نہیں ہو جاتی بلکہ مرنے کے بعد بھی جاری رہتی ہے اور انسان جو جو کام یعنی عمل کرتا ہے یا سوچتا ہے تو ادھر سوچا یا کام کیا اور ادھر اس کام کا بیج درخت بننا شروع ہو گیا اب ہم زندہ رہیں یا مر جائیں اس کا نتیجہ ضرور سامنے آئے گا اور ہمیں ضرور بھگتنا ہو گا۔ اگر کام اچھا ہو گا تو اس کا نتیجہ اچھا نکلے گا اور وہی "جنّت" ہو گی۔ کام بُرا ہو گا تو اس کا نتیجہ بھی بُرا ہی نکلے گا۔ اور وہی "جہنّم" ہو گا۔

انتباہ

انگلینڈ میں مقیم قارئین نوٹ فرمالیں کہ والتھم سٹو۔ لندن ۱۷۔ ای میں طلوعِ اسلام کونسل کے نام سے موسوم انجمن کا تحریکِ طلوعِ اسلام سے قطعاً

کوئی تعلق نہیں!

ناظم ادارہ
طلوعِ اسلام

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حقائق و عبر

انقلابات ہیں زمانے کے

ہفت روزہ تنظیم اہل حدیث اپنی جماعت کے عقائد شائع کر رہا ہے ان عقائد میں یہ عبارت بھی شامل ہے :-

"....... جو اماموں کی گستاخی کرے ہم ان کو بے ایمان سمجھتے ہیں. خصوصاً آئمہ اربعہ کا ادب کرنا، ان بزرگانِ دین سے دشمنی رکھنا صریح بے دینی ہے۔"

(تنظیم اہل حدیث ۳۰ نومبر ۱۹۹۰ء صلہ)

امید ہے امام ابوحنیفہؒ بھی ان بزرگانِ دین میں شامل ہونگے۔

جمہوری اسلام

مولانا سمیع الحق صاحب کے پیش کردہ شریعت بل میں یہ حق تسلیم کر لیا گیا ہے کہ شخصی احوال ہوں یا عمومی قوانین، قرآن و سنّت کی تعبیر ہر فرقہ کے اپنے مسلک کے مطابق ہوگی اور شاید اسی تشریح کی بنیاد پر دوسرے فرقوں میں سے بعض نے اس بل کے حق میں رائے دی ہے لیکن شریعت بل میں درج اس تشریح کے پسِ پردہ کیا ہے اسے جاننے کے لئے حضرت مولانا سمیع الحق صاحب کے جریدے 'الحق' کی اکتوبر ۱۹۹۰ء کی اشاعت میں صہ ۵۵ پر شائع ہونے والے مضمون کا اقتباس پیشِ خدمت ہے۔

"مملکتِ خداداد پاکستان اپنے اساسی نظریاتی اور آئینی اعتبار سے نہ صرف اسلامی ہے بلکہ جمہوری بھی ہے. یہاں جمہوریت کے بغیر نفاذِ اسلام ناقابلِ عمل اور اسلام کے بغیر جمہوریت ناقابلِ قبول ہے اور یہی وجہ ہے کہ یہ مملکت اسلام اور جمہوریت کے حسین امتزاج "اسلامی جمہوریہ پاکستان" کے مقدس نام سے موسوم ہے ——— مملکتِ پاکستان کے اسلامی قرار

پانے کے نتیجہ میں یہاں غیر مسلموں کے جائز حقوق کا تحفظ ضرور ہے مگر یہاں پر اسلام کی بالادستی ایک طے شدہ امر ہے ۔ یہاں جمہور اہلِ اسلام کے ہاں مسلّمہ ہر اسلامی فرقہ خواہ آبادی کے لحاظ سے اقلیّت میں ہو، اکثریّت میں، اسے اپنے شخصی احوال کے ہر شعبہ میں اسلام کے تفصیلی احکام پر عمل پیرا ہونے کے لئے، قرآن وسنّت کی ان تعبیرات، تشریحات اور ترجیحات کے مطابق زندگی بسر کرنے کا پورا حق حاصل ہے جو خود اس اسلامی فرقہ کا معتمد مسلک ہے ـــــ اور اس کے جمہوری قرار پانے کے نتیجہ میں یہ جمہوری مملکت جس طرح دیگر درپیش امور کے سرانجام دینے کی سرکاری پالیسی میں جمہور کی رائے ملحوظ رکھنے کی پابند ہے اسی طرح اسلام کے عمومی احکام اپنانے کی سرکاری پالیسی میں قرآن وسنّت کی ان تعبیرات، تشریحات اور ترجیحات کو ماخذ بنانے کی پابند ہے جو یہاں کی آبادی کی اکثریّت کا معتمد مسلک ہے ـــــ اور چونکہ اسلامی جمہوریہ پاکستان میں عوام کی اکثریت اور جمہوریّت اہلِ سنّت والجماعت احناف کی ہے اور یہاں کے جمہور عوام، قرآن وسنّت کی تعبیرات، تشریحات اور ترجیحات میں حنفی تحقیقات پر اعتماد کرتے ہیں۔ لہٰذا یہاں اسلام کے عمومی قوانین اور نفاذِ اسلام میں سرکاری پالیسی کا ماخذ حنفی تحقیقات قرار پانا یہاں کے عوام کا مسلّمہ جمہوری حق ہے۔ اس جمہوری حق کی ادائیگی سے ہی اس مملکت کا اسلامی اور جمہوری تشخّص قائم قرار پاتا ہے اور اسی سے یہ مملکت حقیقی طور پر اسم بامسمّٰی "اسلامی جمہوریہ پاکستان" قرار پاتی ہے پس یہاں نفاذِ اسلام کے لئے سرکاری پالیسی کے مأخذ کے طور پر معتمد حنفی تحقیقات کے جائز جمہوری تقاضا کو ملحوظ رکھنا ہی جمہور عوام کے لئے باعثِ اطمینان اور ملک و مِلت کے لئے موجبِ استحکام ہے۔"

تحقیق وتنقید

ہفت روزہ الاعتصام اپنی ۳۰ نومبر ۱۹۹۰ء کی اشاعت میں عمرِ عائشہؓ کے عنوان کے تحت صـ۲ پر رقمطراز ہے :-

"ام المومنین عائشہ رضی اللہ عنہا کی نبی اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے چھ برس کی عمر میں شادی ہوئی اور نو برس کی عمر میں رخصتی ہوئی۔ یہ بات صحیح احادیث سے بھی ثابت ہے اور امّتِ مسلمہ میں مجمع علیہ چلی آرہی ہے۔ حافظ ابن کثیر "البدایۃ والنّہایۃ" (۳/۱۲۹) میں کہتے ہیں " لا خلاف فیہ بین النّاس " اس میں لوگوں کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے۔ یعنی

اس پر اجماع ہو چکا ہے ۔ حکیم نیاز احمد صاحب نے اس سلسلے میں ایک کتابچہ لکھا تھا" البدایہ والنہایہ کی جلد ۳ ص ۱۲۹ پر مندرجہ بالا تحریر تو کہیں نظر نہیں آئی ۔ ہاں البتہ اس کتاب کے ص ۱۳۱ پر حافظ ابن کثیر کی یہ وضاحت موجود ہے کہ یہ حدیث غریب ہے ۔

پروگرام طلوعِ اسلام کنونشن ۱۹۹۱ء

بُدھ ، جمعرات بمطابق ۲۱/۲۰ فروری ۱۹۹۱ء ——— آمد مندوبین

جمعرات : ۲۱ فروری ۱۹۹۱ء ——— • اجلاس برائے مندوبین ——— ۱۰ بجے ——— صبح

——— • بزمِ مذاکرہ (کھلا اجلاس) ——— ۲½ بجے بعد دوپہر

——— • مجلس استفسارات (کھلا اجلاس) ——— ۸ بجے شب

جمعہ : ۲۲ فروری ۱۹۹۱ء ——— • بیادِ پرویزؒ (کھلا اجلاس) ۹½ بجے صبح

——— • وقفہ : نمازِ جمعہ ——— ۱½ بجے

کھلے اجلاس میں شمولیت کیلئے دعوت نامہ کی ضرورت نہیں ۔ کیمپ میں قیام صرف اراکین بزم اور انکے ہمراہ آنے والے مہمانوں تک محدود ہوگا ۔ سادہ غذا کا اہتمام ادارہ کی طرف سے ہوگا ۔ کیمپ میں قیام کرنے والے احباب بستر ہمراہ لائیں ۔

بزمِ مذاکرہ میں انعامی مقابلہ طلباء و طالبات تک محدود ہے ۔ موضوع ہے :

"میرے تصوّر کا پاکستان"

ناظم ادارہ طلوعِ اسلام لاہور

فکرِ قرآنی کا سفر ۱۹۹۰ء کے آئینے میں

○ طلوعِ اسلام ۔ ماہ بہ ماہ

مرتبہ : قاسم نوری ——— آخری قسط

جولائی

اس شمارہ کو "شریعت بل نمبر" کہنا زیادہ مناسب ہوگا ۔ ماسوائے دو مضامین کے سارے مضامین اسی شریعت بل سے متعلق ہیں ۔ حتیٰ کہ "لمعات" کا موضوع بھی یہی بل ہے ۔

• ——— لمعات :- میں شریعت بل کو جو حکومتِ پاکستان کی قومی سینیٹ نے منظور کرلیا ہے "نیا دام" سے تعبیر کیا ہے اور سخت تنقید کا نشانہ بنایا ہے ، اسے قراردادِ مقاصد کے سراسر خلاف ٹھہرایا ہے ۔ اور علامہ اقبال نے تصورِ پاکستان کی جو تعبیر کی تھی اور یہاں قرآنی دستور و آئین کی حکمرانی کا جو تصور دیا تھا ۔ اس بل کو اس کے بالکل برعکس ثابت کیا ہے ۔ 'لمعات' کے آخر میں " اسے بھی پڑھ لیجئے " کے عنوان سے جلی حروف میں تفسیر ابنِ کثیر کا ترجمہ شائع کیا ہے ۔ یہ ترجمہ مولوی محمد جوناگڑھی نے کیا ہے ۔ ادارہ نے آخر میں لکھا ہے :-

"کاش ابن کثیر کے شیدائی ہمارے علمائے کرام ، اس تفسیر کی عبارت کو بھی امت کے سامنے پیش کرتے" ———

عبارت من وعن اس طرح ہے :-

> " قرآن ایک مستقل شریعت ہے تاکہ ہر زمانے کے فرمانبرداروں اور نافرمانوں کا امتحان ہو جایا کرے ۔ البتہ توحید سب زمانوں میں یکساں رہی اور معنی اس جملہ کے یہ ہیں کہ اے امتِ محمدیہ تم میں سے ہر شخص کے لئے ہم نے اس کتاب (قرآنِ کریم) کو شریعت اور طریقہ بنایا ہے ۔ تم سب کو اس کی اقتدا اور تابعداری کرنی چاہیئے ۔ پس بہترین مقاصد حاصل کرنے کا ذریعہ اور طریقہ قرآنِ کریم ہی ہے اور بس ۔"

• ——— شریعت بل اور قرآنِ کریم : عبداللہ ثانی ایڈووکیٹ پشاور کا تجزیاتی مضمون ہے ۔ اس بل کے پیش لف

لیکر سطرِ آخر تک جو کچھ لکھا اور کہا گیا ہے بحیثیت قانون دان، عبداللہ ثانی صاحب نے اس کا قرآن کریم سے تقابل کیا ہے اور اس بل کی بعض شقوں کو انتہائی مہمل اور مضحکہ خیز ثابت کیا ہے۔

• ــــــ شریعت کسے کہتے ہیں:۔ صرف ایک صفحہ کا مضمون ہے۔ ادارہ کی طرف سے شائع کیا گیا ہے اس میں بتایا گیا ہے کہ قرآن کی رُو سے شریعت کسے کہتے ہیں اور شریعت کسی جامد یا غیر متبدل مجموعۂ قوانین کا نام نہیں ہو سکتا۔

• ــــــ اسلامی قانونِ شریعت کے ماخذ:۔ ہر چند کہ یہ بڑا جامع اور انتہائی معلوماتی مضمون ہے اور ادارہ ہی کی طرف سے شائع کیا گیا ہے۔ یعنی مضمون نگار کا نام اس پر درج نہیں ہے لیکن اندازِ تحریر علامہ پرویزؒ صاحب ہی کا محسوس ہوتا ہے۔ چودہ صفحات پر مشتمل ہے۔ اس مضمون کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ جس موضوع پر لکھا گیا ہے وہ موضوع یکسر فنی اور اصطلاحی ہے لیکن فنی اصطلاحات میں الجھے بغیر عام فہم انداز میں بات سمجھائی گئی ہے ــــــ لاہور سے کسی صاحب نے طلوعِ اسلام کو لکھا تھا کہ "سینیٹ کے منظور کردہ شریعت بل کی شق ۴ (ب) میں شریعت کے مآخذ قرآن، سنت، اجماع اور قیاس بتائے گئے ہیں۔ قرآن اور سنت کی بات تو سمجھ میں آتی ہے۔ یہ اجماع اور قیاس کیا ہیں؟ اگر سبھی اصطلاحات کی وضاحت فرمادیں تو عنایت ہوگی" اور مضمون میں سبھی اصطلاحات کی وضاحت بصراحت کردی گئی ہے۔

شریعت بل ایک نظر میں:۔ جناب ملک حنیف وجدانی صاحب نے قومی سینیٹ کے منظور کردہ شریعت بل سے خاص اور اہم باتیں چنی ہیں اور ان پر سیر حاصل تبصرہ فرمایا ہے اور یہ انکشاف کر کے حیرت میں ڈال دیا ہے کہ اس سارے شریعت بل میں ایک بھی قرآنی آیت درج نہیں ہے۔

سینیٹ کا منظور کردہ شریعت بل:۔ جو بل سینیٹ میں پیش کیا گیا اور پانچ سال دو ماہ کے بحث مباحثہ اور غور و فکر کے بعد منظور کیا گیا۔ اس بل کا مکمل مسودہ و متن ادارہ طلوعِ اسلام نے قارئین کی دلچسپی اور مطالعہ کے لئے شائع کر دیا ہے ــــــ اور نام رکھا ہے "نفاذِ شریعت بل ۱۹۹۰ء"

• ــــــ حج:۔ چونکہ اسی مہینے میں قوم عیدالاضحیٰ کی تقریب بھی منارہی ہے لہٰذا ادارہ طلوعِ اسلام نے علامہ پرویزؒ صاحب کا مضمون "حج" شاملِ اشاعت کر لیا ہے۔ حج کی قانونی پوزیشن کیا ہے؟ دینی اہمیت کیا ہے؟ قرآنی احکامات کیا ہیں؟ فلسفۂ قربانی کیا ہے؟ اور موجودہ 'حج' کیا سے کیا بن کر رہ گیا ہے۔ یہی اس مضمون کا حاصل ہے۔

قرآنی تعلیم بچوں کے لئے "حج" عیدالاضحیٰ کی مناسبت سے ہی ضروری تھا کہ بچوں کو بھی اس کی اہمیت و افادیت سے آگاہ کیا جاتا۔ چنانچہ بچوں کا سہل زبان میں "حج" کا مفہوم اور مقصد واضح کیا گیا ہے۔

• ——— اطاعتِ رسول :۔ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ اسلام میں اللہ کی اطاعت اور رسول کی اطاعت دو مستقل بالذّات الگ الگ اطاعتیں ہیں۔ اللہ کی اطاعت، قرآن کریم کی رُو سے کی جاتی ہے اور رسول کی اطاعت احادیث کی رُو سے۔ بقول طلوعِ اسلام یہ سوال گزشتہ تیس سال سے جواب طلب تھا۔ جس کا مختصر مگر جامع جواب یہ مضمون ہے۔

• ——— ثواب :۔ پرویز صاحبؒ کی شہرہ آفاق کتاب "سلسبیل" سے ماخوذ یہ مضمون بھی ادارہ ہی کی طرف سے شائع کیا گیا ہے۔ "ثواب" کا مروجہ مفہوم کیا ہے؟ مذہب کی دنیا میں اسے کیا مقام حاصل ہے؟ اور قرآنِ کریم کی رُو سے اس کا تصور کیا سامنے آتا ہے؟ یہ سب جاننا اور سمجھنا ہر صاحبِ فکر کے لئے ضروری ہے اور یہی اس کا موضوع ہے۔

• ——— جنگ :۔ علامہ پرویز صاحبؒ کی کتاب "فردوسِ گم گشتہ" سے اخذ کردہ مضمون نذرِ قارئین کیا گیا ہے۔ انسانی جان کی اہمیت کیا ہے اور قرآن کریم نے اسے کس قدر محترم قرار دیا ہے اور اس کی ہلاکت نسلِ انسانی کی ہلاکت کے برابر قرار دی جاتی ہے۔ ایسا کیوں ہے؟ قوت کے استعمال کی ضرورت کب اور کہاں ہوتی ہے اور کہاں ہونی چاہیئے یہ متن موضوع ہے۔

• ——— عورت کا فریضۂ زندگی :۔ یہ بھی علامہ پرویز صاحبؒ ہی کا مضمون ہے، جو اس سے پہلے بھی طلوعِ اسلام سنہ ۱۹۴۸ء کے اکتوبر کے شمارہ میں شائع ہو چکا ہے۔ یہ مضمون اس قدر اہم ہے کہ اسے بار بار شائع ہوتے رہنا چاہیئے۔ نفسِ مضمون اس کے عنوان سے واضح ہے اور اس پر تبصرے کے لئے صرف یہی لکھ دینا کافی ہے کہ اسے علامہ غلام احمد پرویز علیہ الرحمۃ نے قرآنی حوالوں سے لکھا اور سجایا ہے۔

• ——— حقائق و عبر :۔ اس کے عنوانات ہیں "جہادِ کشمیر کے خلاف مودودی صاحب کا فتویٰ"۔ "علماء پھر تفرقہ باز ہو گئے"۔ "لڑکی کی رضامندی کے بغیر اس کی شادی جائز نہیں"۔ "ہمارے علمائے کرام مسلمانوں پر رحم فرمائیں" ——— بہرصورت یہ شمارہ "شریعت بل" پر ایک مستند حوالہ اور تاریخی دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے اور محفوظ کئے جانے کے قابل ہے۔

اگست

طلوعِ اسلام کے گزشتہ ماہ کے شمارہ میں کچھ مضامین جو سینیٹ کے منظور کردہ شریعت بل سے تعلق رکھتے تھے۔ بوجوہ شائع ہونے سے رہ گئے تھے انہیں اس ماہ کے شمارے میں جگہ دی گئی ہے اور بڑی حد تک یہ شمارہ بھی شریعت بل نمبر ہی کا تتمّہ دکھائی دیتا ہے۔

۔ ـــــ لمعات : میں پہلے کچھ سوالات اٹھائے گئے ہیں اور پھر خود ہی (قرآن کے حوالوں سے) ان کے جوابات اور حل پیش کئے گئے ہیں ـــــ بنیادی سوال یہ ہے کہ جب یہ ملک اسلامی ہے ۔ اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا ہے، اور یہاں بسنے والی قوم بھی مسلم ہے اور قرآن کا نفاذ چاہتی ہے تو پھر ـــــ، آج تک یہاں اسلامی قوانین کیوں نافذ نہیں کئے گئے ۔ ؟

۔ ـــــ "شریعت بل کے حوالے سے، خالقِ کائنات کے نزدیک ناقابلِ معافی گناہ" اس مضمون میں ـــــ، محمد عمر دراز صاحب نے قرآن کی متعدد واضح مثالوں سے بتایا ہے کہ فرقہ بندی اسلام میں شرک ہے۔ اس کے باوجود شریعت بل ہمیں اس راستے پر ڈالنا چاہتا ہے جو جاتا ہی شرک کی طرف ہے ۔ یعنی اس بل کے ذریعے سے نہ صرف فرقوں کے وجود کو تسلیم کیا گیا ہے بلکہ اسے باقی بھی رکھا گیا ہے اور انہیں قانونی حیثیت بھی عطا کر دی گئی ہے۔

۔ ـــــ "چاہے تو خود اک تازہ شریعت کرے ایجاد" :۔ جناب اعزاز الدین احمد خان صاحب کا مضمون ہے۔ جس میں شریعت کی تعریف و تشریح کی گئی ہے ۔ اور شریعت بل کی بنیاد کیا ہے یہ واضح کیا گیا ہے ۔ دستور دفعہ ۲۲۷ میں ایک طرف تو یہ کہا گیا ہے کہ ملک کے تمام موجودہ قوانین ـ "قرآن و سنت" کے مطابق ترتیب دیئے جائیں گے دوسری طرف اسی دفعہ ۲۲۷ کے وضاحتی نوٹ میں اس اصول کی یہ کہہ کر خود ہی نفی کر دی ہے کہ ہر مذہبی فرقہ شخصی قانون کی حد تک ۔ قرآن و سنت کی تشریح و تعبیر اپنے اپنے فرقے کی فقہ و روایات کے مطابق کر سکتا ہے ۔ اس طرح دین کی وحدت کو شخصی اور پبلک لاز میں تقسیم کر کے فرقہ پرستی کے بارے میں قرآن حکیم کے واضح احکام کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دی ہیں " اور اس طرح سے خود ایک تازہ شریعت ایجاد کر لی ہے ۔

۔ ـــــ جہنم :۔ علامہ غلام احمد پرویزؒ کا بصیرت افروز مضمون ہے ۔ قرآن کریم میں جہاں کہیں بھی جہنم، کا ذکر آیا ہے اس کی تفصیل بڑے مؤثر انداز میں پرویز صاحبؒ نے یہاں دیدی ہے ۔ یہ جہنم کیا ہے؟ کن لوگوں کے لئے ہے ؟ اور اس سے کس طرح بچا جا سکتا ہے؟ یہ سب اس مضمون کا موضوع ہے۔

۔ ـــــ "شریعت بل میں سنتِ رسولؐ سے انحراف کی مذموم کوشش" :۔ ارمغان ثاقب صاحب نے اپنے اس مضمون میں اہم بات کی نشاندہی کی ہے اور وہ یہ ہے کہ شریعت بل کا جو مسودہ ۱۳ جولائی ۱۹۸۵ء کو سینیٹ میں پیش کیا گیا ہے اور اس میں سنت کی جو تعریف کی گئی ہے نئے مسودہ میں اُسے بدل دیا گیا ہے اور ترمیم کے بعد سنت کی جو تعریف بیان کی گئی ہے جس کے مطابق سنتِ رسولؐ سے مراد عملاً حنفی فقہ ہے ۔ ارمغان ثاقب صاحب نے یہ بھی واضح کیا ہے کہ سنتِ رسولؐ سے انحراف تو یہ لوگ خود کرتے ہیں لیکن اس کا الزام طلوعِ اسلام پر دھرتے ہیں۔

ـــــ تعمیرِ ملت :۔ انگلینڈ برمنگھم سے محمد اختر جاوید صاحب لکھتے ہیں کہ تعمیرِ ملت کی بنیاد فکر و تدبر ہے فکر و تدبر تعلیم سے پیدا ہوتا ہے ۔ بچوں کو جس قسم کی تعلیم دی جائے گی مستقبل میں اسی قسم کی قوم اُبھرے گی۔

اگر ہم پاکستانی مسلمانوں کو صحیح تعلیم ملی ہوتی تو آج ہم جہنّم کے اندھیروں میں نہ ہوتے۔ لہٰذا ابتدا ہی سے بچّوں پر توجہ دینی چاہیئے اور انہیں قرآنی صحیح تعلیم سے آشنا کرنا چاہیئے تاکہ وہ خود غور و تدبّر کرنا سیکھیں اور مذہب کے اندھیرے سے نکل کر دین کی روشنی میں آسکیں۔

• ـــــ اللہ کی رسّی :۔ ایک خوبصورت سٹائل کا مضمون ہے۔ محمد رمضان قادری صاحب نے قرآن کریم سے تعلیمات اور احکاماتِ ربّانی کے بنیادی نکات کو چُنا اور انہیں ایسی ترتیب سے مضمون کی شکل دے دی کہ زندگی گذارنے کے لئے ہر ضابطہ نکھر اور ابھر کر سامنے آگیا اور یہ بھی واضح ہوگیا کہ اللہ کی رسّی سے مراد دراصل اللہ کا قانون ہے۔ ہم اسے اللہ کے قانون کی رسّی کہہ سکتے ہیں اور جب تک اللہ کی اس رسّی (قرآن) کو نہیں تھامیں گے معلق رہیں گے۔

• ـــــ سیادت :۔ محترمہ ثریا عندلیب صاحبہ کا بات سمجھانے اور سنانے کا اپنا اسلوب ہے۔ دھیما، دلکش آہستہ خرام ندی کی طرح رواں دواں۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی بات دل میں اترتی اور اثر کرتی ہے۔ وہ کہتی ہیں کہ سیادت، بزرگی، سرداری اور قیادت کرنے کے منصب یعنی لیڈر شپ کو کہتے ہیں اور آج سیادت بھی سیاست بن کر رہ گئی ہے ـــــ مومنین کو اللہ کی طرف سے سیادت کا عظیم منصب ملا تھا۔ وہ منصب کیا تھا؟ کیسے ملا تھا اور دوبارہ کیسے حاصل کیا جاسکتا ہے؟ یہی اس مضمون میں انہوں نے سمجھایا اور بتایا ہے۔

• ـــــ آزادی :۔ بچّوں کے صفحات کا عنوان ہے۔ آزادی کا مفہوم بڑے انوکھے انداز اور مثالوں سے بتایا گیا ہے۔ آزادی انسانوں کی بھی ہوتی ہے اور ممالک کی بھی ـــــ یہ کیا ہوتی ہے؟ ـــــ کیسے ملتی ہے؟ اور کیوں ضروری ہوتی ہے۔ یہی اس مضمون کے ذریعہ سے بچّوں کو سمجھایا گیا ہے۔

• ـــــ حقائق و عبر :۔ ۱۔ قربانی کی صحیح شرعی حیثیت بیان کرنے سے گریز ۲۔ شریعت بل اور علمائے اہلِ حدیث۔ ۳۔ شریعت بل اور پیر پگاڑا ۴۔ اور مسئلہ سندھ اور علمائے کرام۔ یہ وہ عنوانات اور سرخیاں ہیں جو اس شمارہ کے "حقائق و عبر" کا موضوع طنز بنی ہیں۔

• ـــــ "نقد و نظر" کے کالم میں "ابلہ مسجد نامی کتاب پر تبصرہ ہے جسے طلوعِ اسلام ٹرسٹ نے شائع کیا ہے یہ کتاب پرویز صاحبؒ کے خلاف شائع ہونے والے اعتراضات کے جواب میں جناب صابر صدیقی نے لکھی ہے اور پرویز صاحبؒ کی قرآنی فکر پر مفصّل دستاویزی کی حیثیت رکھتی ہے۔

• ـــــ اس شمارہ میں انگریزی زبان میں دو مضمون شائع ہوئے ہیں ایک محمد اقبال چوہدری صاحب کا ہے اور دوسرا محترمہ شمیم انور صاحبہ کا ہے ـــــ محمد اقبال صاحب نے اپنے مضمون میں شریعت بل پر رواں تبصرہ کیا ہے اور شمیم انور صاحبہ نے اپنے استادانہ انداز میں یہ باور کرانے کی کوشش کی ہے کہ ہر انسان غیر محسوس طور پر کسی نہ کسی شخصیت کو اپنا "محور" ضرور بناتا ہے اور اپنی زندگی کسی نہ کسی کو 'ماڈل' بناکر یا سمجھ کر

گزارتا ہے۔ اس کی مثال انہوں نے بچے سے دی ہے کہ وہ غیر محسوس طور پر ماں باپ کی کاپی کرتا ہے۔ شاگرد کسی نہ کسی استاد کی کاپی کرتا ہے۔ عوام کسی نہ کسی کو "قائد" بناکر پیروی کرتے ہیں۔ اسی قائد کو آئیڈیل کہتے ہیں۔ اسی کو "ہیرو" کہتے ہیں۔ اور ہمارے پاس سرسیدؒ، ڈاکٹر اقبالؒ، قائداعظمؒ اور غلام احمد پرویزؒ ایسے "ہیرو" موجود ہیں اور اگر ہم ان کی پیروی کریں تو ہم انسانی تاریخ کا نقشہ بدل سکتے ہیں۔

ستمبر

۶ستمبر ۱۹۶۵ء کو ہندوستان نے کسی اطلاع کے بغیر اچانک پاکستان پر جارحانہ حملہ کردیا تھا۔ اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی رحمت سے پاکستانی افواج اور عوام نے دشمن کو شکستِ فاش دی تھی۔ لیکن اس میں کافی جانی اور مالی نقصان اٹھانا پڑا تھا۔ طلوعِ اسلام نے شروع ہی سے ایسی روایت و روش رکھی ہے کہ قومی اتحاد و مفاد اور بقاء و فلاح کے معاملہ میں اربابِ حکومت اور افرادِ ملّت کا حوصلہ بنا ہے۔ یہ شمارہ بھی ۶ستمبر کے شہداء، مظلومین اور مجاہدین کی یاد میں ہے اور انہی سے معنون کیا گیا ہے۔

•—— لمعات :۔ طلوعِ اسلام نے کبھی کسی حکومت یا گروہ سے اصولوں پر سمجھوتا نہیں کیا اور ہر دورِ حکومت میں اربابِ اختیار اور حکمرانوں کو، قرآن کی روشنی میں "صراطِ مستقیم" کی طرف راہنمائی کا فریضہ سرانجام دیا ہے۔ حال ہی میں صدر مملکت نے ایک آرڈیننس کے ذریعہ "قتلِ عمد" کو بھی قابلِ راضی نامہ قرار دے دیا ہے اور "لمعات" میں مدیر نے ان پر واضح کیا ہے کہ دیت یا خوں بہا کی اجازت صرف قتلِ خطاء میں ہے قتلِ عمد میں نہیں ہے۔ قتلِ عمد کی سزا ہر حالت میں موت ہے۔

•—— علمائے کرام سے گزارش :۔ ایک بنتِ اسلام نے علمائے شریعت سے دردمندانہ اپیل کی ہے کہ وہ دین میں الجھنیں پیدا نہ کریں اور باہمی اختلافات کو ختم کرکے اسلام کی سربلندی کا سامان کریں۔

•—— شریعت بل، تب اور اب :۔ طلوعِ اسلام گزشتہ دو شماروں سے مسلسل شریعت بل کے بارے میں قرآن کریم کا موقف پیش کر رہا ہے۔ طلوعِ اسلام کے نزدیک یہ بل اپنی ابتدائی شکل میں بھی خلافِ قرآن تھا اور پاس ہونے کے وقت بھی خلافِ قرآن ہے۔ اس شمارہ میں مختلف علماء کا مؤقف دہراتے ہوئے واشگاف الفاظ میں مدیر نے اعلان کیا ہے کہ اس بل کے نفاذ کی کوشش قرآن کی بارگاہ میں ناقابلِ معافی جرم ہے اور سنّتِ رسولؐ کے سراسر خلاف ہے۔

•—— ہم کس کا ساتھ دیں ؟ :۔ انتخابات کے زمانے میں یہ سوال ہر باشندے کے ذہن میں ضرور پیدا ہوتا ہے کہ وہ کس پارٹی کا ساتھ دے۔ ادارہ طلوعِ اسلام نے واضح کیا ہے کہ اس کا تعلق نہ کسی سیاسی

پارٹی سے ہے اور نہ کسی مذہبی فرقہ سے۔ لہٰذا اس قسم کے سوالات کا جواب قرآن ہی کی روشنی میں دیا جاسکتا ہے سو مشورہ یہ ہے کہ خود ایک طاقت بنیں۔ آزاد امیدوار کی حیثیت سے اسمبلیوں میں جائیں اور قوم اور ملک میں دین اور قرآن کی حکمرانی قائم کرنے کا ماحول بنائیں۔

• ـــــ دولت کی پیدا کردہ بیماریاں :۔ ایک غلط معاشرے میں دولت کی فراوانی جس قسم کے امراض پیدا کرتی ہے۔ ان کا بڑی حسن و خوبصورتی سے محترمہ ڈاکٹر زاہدہ درانی صاحبہ نے تجزیہ کیا اور آخر میں بتایا ہے کہ اس کا علاج صرف اور صرف وہی ہے جس پر ڈیڑھ ہزار سال پہلے حجاز کے ہسپتال میں عمل کیا گیا تھا اور جس سے انسانیت کے سب روگ دُور ہو گئے تھے۔ اسی نسخہ سے آج ہمارے معاشرے کی بیماریوں کا علاج بھی ہو سکتا ہے اور وہ نسخہ کیمیا ہے قرآنِ حکیم، جس کا دعوےٰ ہے کہ وہ دل کی تمام بیماریوں کے لئے شفاء ہے۔

• ـــــ چوری کی شرعی سزا :۔ "چور چوری کرے تو اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے"۔ عام طور پر اس کو شرعی یا قرآنی سزا سمجھا جاتا ہے اور اس سزا کے نفاذ کو قانونی شکل دینا "اسلامی معاشرہ" کے لئے لازمی قرار دیا جاتا ہے۔ لیکن محمد ارمغان ثاقب صاحب نے اپنے مضمون میں ثابت کیا ہے کہ یہ تصور نہ کسی حدیث سے ثابت ہے اور نہ قرآن میں اس سزا کا کہیں ذکر کیا گیا ہے۔

• ـــــ حقائق و عبر :۔ ادارہ طلوعِ اسلام نے حسبِ روایت اس مرتبہ بھی نگاہِ طنز کے لئے بڑی دلچسپ تحریریں منتخب کی ہیں۔ کل تک جو مولوی صاحبان لاؤڈ سپیکر کے بغیر سانس بھی نہیں لیتے تھے۔ ان کی طرف سے اس پر پابندی کا مطالبہ کیا گیا ہے ــــ دینِ مُلّا فی سبیل اللہ فساد، انکم ٹیکس اور علماء اور عورت کا دائرۂ عمل۔ یہ عنوانات ہیں اور انداز طلوعِ اسلام کا اپنا ہے۔

• ـــــ یوں بدل دیتے ہیں قرآن کا مفہوم :۔ وہ سارے الفاظ جو آج عین دینی سمجھے جاتے ہیں سراسر غیر قرآنی ہیں۔ مثلاً خدا، مذہب، نماز، روزہ، درود، وغیرہ۔ جس طرح ہر لفظ کا اپنا جداگانہ مفہوم اور پس منظر ہوتا ہے اسی طرح ان الفاظ کا بھی جداگانہ پس منظر ہے اور یہ سب "خاص" مقصد اور سازش سے قرآن کے عطا کردہ الفاظ سے بدل دیئے گئے ہیں۔ جس سے قرآن فہمی کا صحیح تصور سامنے نہیں آتا۔ اور اسلام کی گاڑی پٹڑی سے اتری ہی چلی جاتی ہے۔ مضمون نگار راقم (قاسم نوری) ہے اور مضمون کافی تحقیق اور کاوش سے لکھا گیا ہے۔

• ـــــ قابلِ تعریف تجویز :۔ واہ کینٹ کے عبدالرحمٰن صاحب نے توجہ دلائی ہے کہ کل تک طلوعِ اسلام کی آواز نقار خانے میں طوطی کے مصداق تھی۔ لیکن اب یہی آواز متحدہ عرب امارات سے اٹھی ہے اور امارات کے صدر شیخ زید بن سلطان النہیان نے کہا ہے کہ مسلمانوں کی کمزوری اور ان کے وسائل پر غیروں کے کنٹرول کا بنیادی سبب مسلمانوں کا انتشار اور افتراق ہے۔ ملتِ اسلامیہ جب تک ٹکڑوں میں بٹی رہے گی اس

وقت تک اس کا نہ کوئی وجود ہوگا اور نہ ہی کوئی مؤثر آواز ہوگی۔ طلوعِ اسلام یہی تجویز تو چالیس پچاس برس سے مسلسل پیش کرتا آرہا ہے۔

• ——— ناروے میں تقریبات :۔ بزمِ طلوعِ اسلام ناروے نے ۱۴ جولائی ۹۰ء کو بڑے شاندار طریقے سے "یومِ پرویز رح" منایا اور قرار دادِ پاکستان کی گولڈن جوبلی کے سلسلے میں ایک پُروقار تقریب کا اہتمام کیا جس کی کاروائی اس شمارے میں شائع ہوئی ہے

• ——— اپنی بہنوں کے نام :۔ محترمہ نفیرہ صاحبہ نے دنیا بھر کی خواتین اور خاص طور پر مسلم پاکستانی خواتین کو کچھ اہم اور کام کی باتوں کی طرف توجہ دلائی ہے۔ مثلاً یہ کہ پاکستان میں پہلے ۱۹۵۶ء کا آئین نافذ ہوا اور اس کے بعد ۶۲ء کا اور پھر ۷۳ء کا۔ لیکن ان میں کہیں یہ نہیں کہا گیا کہ قانون ساز اسمبلیوں کے ارکان صرف مرد ہونگے عورتیں نہیں ہونگی۔ عورتوں کو بھی ووٹ دینے کا اتنا ہی حق تھا، جیسا مردوں کو تھا عورتیں اگر چاہتیں تو آدھی نشستیں خود بھی حاصل کرسکتی تھیں اور اپنے حقوق مانگنے کے بجائے اسمبلیوں کے ذریعے حاصل کرسکتی تھیں۔ آگے چل کر اور بھی مفید مشورے دیئے گئے ہیں۔

• ——— مسلم :۔ یہ عنوان بچوں کے صفحے کا ہے۔ قرآن کی رُو سے مسلم کون ہوتا ہے اور ہم کیسے مسلم کہتے اور سمجھتے ہیں۔ یہی فرق بچوں کو بتایا اور سمجھایا گیا ہے۔

• ——— طلوعِ اسلام اور اقبال رح :۔ ۱۹۳۸ء سے ۱۹۸۸ء تک طلوعِ اسلام میں شائع ہونے والے اقبالیاتی ادب کا اشاریہ ہے اس کے مرتب خادم علی جاوید ہیں۔ کس ماہ اور کس سن میں کس نے کیا لکھا اس کا مکمل انڈکس ہے اقبال کے موضوع پر ریسرچ کرنے والوں کو بہترین مواد مہیا کرتا ہے۔ محنت سے تیار کیا گیا ہے۔ قابلِ داد کوشش ہے۔

• ——— نقد و نظر :۔ عام طور پر مغربی جمہوریت کو بنی نوعِ انسان کی مشکلات کا حل سمجھا جاتا ہے لیکن ہمارے ہاں کے سیاستدانوں نے اس کی جو دُرگت بنائی ہے اور اس نے ہمارے ہاں کے اہلِ سیاست کو جن راہوں پر چلایا ہے۔ اس سے کم سے کم اہلِ پاکستان تو چیخ اٹھے ہیں۔ ایک کتاب شائع ہوئی ہے جس کا نام ہے۔ "قرآنوکریسی" (QURANOCRACY) یعنی صرف "نظامِ قرآن" اور اس کے لئے جو سلوگن دیا گیا ہے، وہ کچھ اس طرح ہے :۔

NOT DEMOCRACY, NOR AUTOCRACY, NOR THEOCRACY

(ONLY) QURANOCRACY

• ——— فہمِ قرآن :۔ ہمارے نزدیک جو مقام علامہ پرویز رح کا ہے۔ خود علامہ پرویز کے نزدیک وہی مقام علامہ محمد اسلم جیراجپوری رح کا تھا۔ یہ مضمون علامہ اسلم صاحب رح کی کاوشِ فکر کا نتیجہ ہے۔ مختلف قرآنی مثالوں سے

انہوں نے واضح کیا ہے کہ قرآن فہمی کے لئے جس قدر بھی تفسیریں ہیں وہ زیادہ کارآمد نہیں ہیں ان کا بیشتر حصہ سلف کی "آیات فہمی" کی تاریخ ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ قرآنِ کریم اپنی تفسیر بھی خود آپ ہے، اور اس کی تفسیر کی ذمہ داری بھی اللہ نے اپنے اوپر لی ہوئی ہے۔ ثُمَّ اِنَّ عَلَيْنَا بَيَانَهٗ (۱۹ : ۷۵) "پھر اس کی تشریح بھی ہمارے ذمہ ہے"۔

جناب شوکت امین شاہ کا ایک انگریزی مضمون بھی شاملِ اشاعت ہے۔ یہ مضمون انہوں نے بجٹ سیمینار منعقدہ ۲۷ جون ۱۹۹۰ء میں پڑھا تھا۔ اس سیمینار کو لاہور ٹیکس بار ایسوسی ایشن نے آرگنائز کیا تھا۔ اپنی افادیت کے اعتبار سے مضمون قابلِ مطالعہ ہے اور اقتصادیات و معاشیات اور نظامِ ٹیکس کی گتھیوں کو سلیقے سے سلجھاتا ہے۔ مضمون کا عنوان ہے۔ " FINANCE BILL, 1990 "

اکتوبر

لمعات :۔ ایک مرتبہ پھر طلوعِ اسلام نے اپنا فرض اور ذمہ داری کو نبھاتے ہوئے نہایت اہم اداریہ لکھا ہے۔ عنوان ہے "مجرم کون"۔ ۶ اگست ۱۹۹۰ء کو صدرِ پاکستان نے قومی اسمبلی توڑ دی اور سابق حکومت پر بدعنوانی کے سنگین الزامات عاید کئے اور مقدمات قائم کئے۔ طلوعِ اسلام نے پوچھا ہے کہ اگر وہ واقعی مجرم ہیں تو انہیں صاحبِ اقتدار بنایا کس نے تھا؟ نہ ہم ان کو انتخابات میں کامیاب کراتے، نہ وہ اس قسم کی بدعنوانیاں کرتے۔ اس کے بعد طلوعِ اسلام نے مشورہ دیا ہے کہ جب بھی کوئی فرد یا پارٹی اقتدار میں آنا چاہے تو اسی وقت اس کی انکوائری ہونی چاہیئے اور اس کی مثال خود رسولِ اکرم صلعم کے اسوہ سے مل جاتی ہے کہ جب منصب رسالت و نبوت پر فائز ہوئے اور قوم نے پوچھا کہ اس بات کا ثبوت کیا ہے کہ آپ سچے نبی ہیں تو قرآن کی زبان میں آپ کا جواب تھا۔ "میں تم میں اجنبی نہیں، کہیں باہر سے نہیں آیا۔ تمہارے اندر اپنی زندگی بسر کی ہے۔ تم خود غور کرو کہ اس قسم کی زندگی جھوٹوں کی ہوتی ہے یا سچوں کی؟" (۱۶ : ۱۰)

محمدؐ کی کہانی۔ خدا کی زبانی :۔ پرویز صاحب کا وہ معرکتہ الآراء درس ہے جو انہوں نے عید میلاد النبیؐ کی تقریب پر دیا تھا۔ سولہ صفحے کے اس مضمون میں کائنات کی تخلیق، انسان کی پیدائش کا مقصد، رسولوں کے فرائض اور ذمہ داریاں۔ حضور نبی اکرمؐ کی حیاتِ مبارکہ، آپ کی دعوت کی اہمیت اور مکمل فلسفۂ اسلام کا احاطہ کیا گیا ہے۔ یہ مضمون حاصلِ شمارہ ہے اور ہر قلبِ مومن میں محفوظ ہونے کے قابل۔

حقیقت خرافات میں کھوگئی :۔ یہ مقالہ اکبر سعید صاحب کا ہے جو طلوعِ اسلام سیمینار ۱۹۹۰ء میں قلتِ وقت کے باعث نہ پڑھا جا سکا۔ حضرت نوح علیہ السلام سے لیکر رسالتمآبؐ تک تمام پیامبر جو پیغام اور ہدایات لے کر مبعوث ہوئے وہ حقیقت تھی اور ان کی جگہ جس "مذہب" نے اختیار کر لی وہ سب

...ت ہے اور اسی کی تفصیل خوبصورتی سے مقالہ میں بیان کی گئی ہے۔

• ــــــ حقائق و عبر:۔ مودودی مرحوم کے بیٹے نے جماعتِ اسلامی کی قیادت پر سنگین نوعیت کے الزامات ...ئے ہیں۔ ان پر تبصرہ دعوتِ فکر و نظر دیتا ہے۔ عنوان ہے 'داعیانِ دین کی داستانِ عبرت'، دیگر موضوعِ طنز و تبصرہ ہیں۔ "جمہوریت اور اسلام" "تاریخِ پاکستان راویوں کی نظر میں" "علمائے اہلِ حدیث"

• ــــــ نقد و نظر:۔ ڈاکٹر عبدالودود صاحب کی تصنیف، قرآن وکریسی ناٹ ڈیموکریسی (QURANOCRACY NOT DEMOCRACY) پر ادارہ کی طرف سے تبصرہ کیا گیا ہے۔ کتاب میں بتایا گیا ہے کہ ہم پاکستانی گزشتہ ۴۳ برس سے جس غلط راستے پر بھٹکتے پھر رہے ہیں اس کا علاج صرف ایک ہے کہ ملک کا نیا آئین قرآنِ کریم کی راہنمائی میں ترتیب دیا جائے۔ یہی پاکستان کی منزل ہے۔

• ــــــ "حقوقِ انسانیت کا واحد ضامن، قرآنی نظامِ حیات ہے" محترمہ ثریا عندلیب صاحبہ نے ۸ صفحات پر مشتمل اس مضمون میں جس بات کو ثابت کیا ہے وہ یہ ہے کہ "اقوامِ متحدہ" کے بارے میں عام تاثر یہ ہے کہ اس نے بنیادی حقوقِ انسانیت کو متعین کیا اور ان کا چارٹر شائع کیا۔ لیکن یہ کارنامہ اقوامِ متحدہ کا نہیں ہے۔ ڈیڑھ ہزار سال پہلے بنیادی حقوقِ انسانیت کا تصور رسولِ مبین ؐ، قرآن کی شکل میں پیش کر چکے ہیں۔

• ــــــ بابُ المراسلات:۔ محترم ملک حنیف وجدانی صاحب نے شمارہ ستمبر کے مضامین پر اظہارِ خیال کیا ہے اور بالخصوص راقم (قاسم نوری) کے مضمون "یوں بدل دیتے ہیں قرآن کا مفہوم" کو بنظرِ تنقید دیکھا ہے۔ اس مضمون کی ابتداء میں میں نے ذکر کیا تھا کہ میری پانچ سالہ بیٹی نے پوچھا "خدا کون ہے؟" میں اتنے منے سے ذہن کو خدا کا مفہوم سمجھانے میں ناکام رہا۔ اس پر ملک حنیف صاحب نے لکھا ہے کہ میں ہوتا تو اپنی بیٹی کو بتاتا کہ "اللہ وہ ہے جس نے تمہاری 'میں' تم کو عطا کی۔ قرآن، انسان کی خودی، روح، انا اور میں کو تربیت و تزکیہ سے اس مقام پر لے جاتا ہے جہاں جسم کے ساتھ اسکی روح بھی رکوع و سجود کرے۔" غرض صرف اتنی ہے کہ جو کچھ فرمایا گیا ہے وہ کتنا ہی درست کیوں نہ ہو لیکن اسے پانچ سال کا ذہن تو کیا پچاس سال کا ذہن بھی سمجھ سکتا ہے؟ اور یہی میری مشکل تھی۔

• ــــــ سیاسی پارٹیاں:۔ راجہ عبدالرزاق عادل صاحب نے یکم جنوری ۱۹۹۰ء کو وفاقی شرعی عدالت کو درخواست دی ہے جس میں استدعا کے ساتھ ساتھ کچھ سوالات بھی درج کئے گئے ہیں۔ جن میں سیاسی پارٹیوں کو خلافِ قرآن و سنت کہا گیا ہے۔ اس درخواست کی تفصیل اور سوالات طلوعِ اسلام نے شائع کر دیئے ہیں۔

• ــــــ مومن:۔ بچوں کے لئے اس مرتبہ 'مومن' کا موضوع ہے جو سابقہ موضوع 'مسلم' کی اگلی کڑی ہے اور بڑی عام فہم، آسان زبان میں مومن کا مفہوم بتایا گیا ہے۔

قوم، قومیت اور دو قومی نظریہ:۔ جناب عبداللہ ثانی ایڈووکیٹ صاحب کا نہایت خوبصورت مقالہ

ہے۔ قوم کیا ہوتی ہے۔ قومیت کسے کہتے ہیں اور دو قومی نظریہ کیا ہے۔ اسے احسن طریقے سے سمجھایا گیا ہے۔ اور ثابت کیا گیا ہے کہ قرآنِ کریم کے نزدیک دو قومی نظریہ کا تصور اس طرح ہے کہ ایک وہ قوم ہوتی ہے جو قوانینِ خداوندی کا انکار کر دیتی ہے اور دوسری وہ ہوتی ہے جو قوانینِ خداوندی پر دل و جان سے ایمان لے آتی ہے۔

"QURANOCRACY" قرآنوکریسی پر جناب غلام رسول ازہر (سابق سینئر جج اینٹی کرپشن پنجاب) کا مبسوط تبصرہ ہے۔ حیرت ہوتی ہے کہ فاضل تبصرہ نگار کی بصیرتِ نقد و نظر سے کتاب کا کوئی پہلو اور کوئی گوشہ مخفی نہیں رہا۔ لگتا ہے کہ تبصرہ نگار کتاب ہی کی نہیں مصنف کی رُوح میں اتر کر دیکھ رہا ہے۔ تبصرہ نگار کا خیال ہے کہ یہ کتاب نہ صرف یہ کہ قرآن کریم کو قرآن ہی سے سمجھنے کی ایک مستحسن کاوش ہے بلکہ حقیقتاً اُن لوگوں کے لئے بے حد مفید ثابت ہو سکتی ہے جو قرآنی بنیادوں پر اسلامی معاشرہ کی تشکیل کرنا چاہتے ہیں۔

نومبر

• ــــــ لمعات :۔ ملک میں انتخابات ہو چکے ہیں لیکن نتائج کا اعلان ابھی باقی ہے۔ طلوعِ اسلام نے دعا کی ہے کہ ملک میں آنے والی حکومت قرآنی نظام کی علمبردار ہو اور وہ ان تمام قوانین و رسومات کو ترک کر دے جو قرآن ناپسند کرتا ہے اور وہ سب رائج کر دے جو قرآن چاہتا ہے۔

• ــــــ پیامِ اقبالؒ :۔ ۹ نومبر علامہ محمد اقبالؒ کا یوم پیدائش ہے۔ اس مفکرِ قرآن اور مصورِ پاکستان کا پیام کیا تھا۔ یہ سناتے ہیں دیدہ ورِ اسلام علامہ غلام احمد پرویزؒ ــــــ یہ مضمون "اقبالؒ اور قرآن" سے ماخوذ ہے اور فکرِ اقبالؒ کا کماحقہٗ احاطہ کرتا ہے۔

• ــــــ نورِ مبین :۔ ایک طالبِ علم مرزا آصف بیگ صاحب نے نصف صفحہ کا بہت ہی مختصر مضمون لکھا ہے۔ تین جملوں میں مضمون کا لبِ لباب یہ ہے کہ حق یعنی قرآنِ خالص کی بات، سرسید نے کہی تو "نیچری،، کہلایا۔ علامہ اسلم جیراجپوری نے کہی تو کافر، کہلایا اور علامہ پرویزؒ نے کہی تو منکرِ حدیث ٹھہرا۔

• ــــــ اللہ کے دین کے مخالفین :۔ یہ بھی مختصر سا دو صفحہ کا مضمون ہے محمد عمر دراز صاحب نے تحریر کیا ہے۔ دین کے مخالف کون لوگ ہوتے ہیں؟ ان کے حربے کیا ہوا کرتے ہیں اور ان سے کس طرح بچا جا سکتا ہے؟ قرآنی حوالوں سے بڑے لطیف اور جامع انداز سے سمجھایا گیا ہے۔

• ــــــ "تغیرِ نفس کے بغیر، تغیرِ احوال ممکن نہیں" (۱۳/۱۱) :۔ یہ قرآنِ مکرم کی آیت کا ہی مفہوم ہے جسے

عنوانِ مقالہ بنایا گیا ہے۔ ریٹائرڈ بریگیڈیر محترم اعزاز الدین احمد خاں صاحب نے یہ مقالہ دراصل انگریزی زبان میں "ہولی قرآن ریسرچ فاؤنڈیشن" اسلام آباد کے سیمینار میں پڑھنے کے لئے تحریر کیا تھا جسے خود ہی اردو میں ترجمہ بھی کیا ہے۔ بلاشبہ یہ مقالہ اس شمارہ کی جان ہے۔ ۲۷ صفحہ کے اس مقالہ میں شاید ہی، قرآن کا کوئی گوشہ ایسا ہو جس کا احاطہ نہ کیا گیا ہو اور روحِ مضمون یہ ہے کہ کسی قوم کے خارجی حالات میں تبدیلی نہیں ہو سکتی جب تک وہ قوم اپنے اندر خود تبدیلی کی خواہاں نہ ہو اور فکر و نظر اور قلب و دماغ میں تبدیلی پیدا نہ کر لے۔ یہ تبدیلی کس طرح لائی جاتی ہے؟ یہی قرآن کی راہنمائی کی داستان ہے۔

• —— "السلام علیکم":۔ زندگی کی بہت سی ایسی حقیقتیں ہیں جنہیں اکثر ہم معمولی اور غیر اہم سمجھ کر نظر انداز کر دیتے ہیں۔ لیکن ذرا توجہ کریں تو یہی چیزیں ہماری زندگیوں کے دھارے بدل سکتی ہیں —— انہی چیزوں میں سے ایک ہے "السلام علیکم" اور اس کی نشاندہی کر رہی ہیں محترمہ ثریا عندلیب صاحبہ، خود مصنفہ کے الفاظ ہیں:۔

"اگر اس کے مفہوم کو پیشِ نظر رکھ کر اسے استعمال میں لایا جائے تو یہ دینِ اسلام کا نقیب بن کر زمین و آسمان بدل ڈالے"۔

• —— رونا چھوڑیئے، جینا شروع کیجئے!:۔ عورتوں کے متعلق جس قدر نظریات اور قوانین کو "دین کے احکامات" سمجھا جاتا ہے۔ قرآنِ کریم کی روشنی میں وہ بالکل برعکس نظر آتے ہیں۔ مس ریحانہ فردوس نے جو اسلامیات کی ایم۔اے ہیں۔ قرآنی حوالوں سے ثابت کیا ہے کہ سوائے فرائض کے، عورتوں اور مردوں میں قطعاً کوئی فرق نہیں ہے اور اگر آج کی عورت اپنے حقوق جان اور پہچان لے تو اس کی زندگی جنت بداماں بن سکتی ہے۔

• —— وقت کے اہم ملی تقاضے اور ملکی قانون:۔ جسٹس خلیل الرحمٰن چوہدری صاحب کا بصیرت افروز مضمون ہے۔ اس میں اٹھائے گئے نکات بڑی اہمیت کے حامل ہیں۔ اقتدار کی رسہ کشی۔ مرکز اور صوبوں کے اختلافات، ایک دوسرے کو کمزور کرنے کے لئے طاقت کا ناجائز استعمال اور اس سب کا فطری نتیجہ یقیناً ملک و ملت کی تباہی کے سوا کچھ نہیں نکل سکتا۔ اس کا حل کیا ہے؟ اسے قرآن کی تعلیمات کی روشنی میں بتایا گیا ہے۔

• —— تذبذب:۔ "ناروے" سے ایک بچی مدیحہ خان نے احساس دلایا ہے کہ نئی نسل جس تذبذب کا شکار ہے اور اس کے قلب و روح میں جو بے چینی اور اضطراب انگیز سوالات و خدشات ہیں انہیں "دیارِ غیر" میں حل کرنے والا کوئی نہیں ہے اور اگر قرآن فہمی رکھنے والے بزرگوں نے توجہ نہ دی، نوٹس نہ لیا تو جو مسلم بچے ملک سے باہر ہیں وہ بھی اسلام سے دُور ہو جائیں گے۔ ایک سوال بڑا ہی اہم پوچھا گیا ہے کہ نماز پانچ وقت فرض ہے، لیکن ناروے کے شمال میں سورج کئی کئی دن غروب ہی نہیں ہوتا، تو وہاں نماز پانچ وقت کیسے فرض ہو گئی؟ (یعنی وہاں نہ مغرب ہو سکتی ہے، نہ عشاء اور نہ فجر، کیونکہ کئی کئی دن سورج نکلا رہتا ہے) ہے کوئی

جواب دینے والا ؟

• ——— قانونِ وصیّت :- یہ مضمون نہیں ہے بلکہ جناب عبداللہ ثانی ایڈووکیٹ پشاور نے عدالتِ عالیہ فیڈرل شریعت کورٹ اسلام آباد میں قانونِ وصیّت کے مروّجہ قانون میں اصلاح کے لئے درخواست دی ہے اور اس درخواست کا متن و مضمون طلوعِ اسلام نے قارئین کی معلومات و دلچسپی کے لئے شائع کر دیا ہے عبداللہ ثانی صاحب کی یہ کوشش وجسارت، ملکی شرعی قانون کی تاریخ میں روشن مثال اور اہم موثر ثابت ہوگی۔

• ——— حقائق و عبر :- کے عنوانات سے ہی اندازہ ہو جاتا ہے کہ مضمون کیا ہوگا اور طلوعِ اسلام نے مخصوص انداز میں کیسی شگفتہ طنز سے کام لیا ہوگا۔ قراردادِ مقاصد اور علماء، شیطانی دھوکا، قائدِاعظم اور علماء

• ——— منافق :- 'مسلم' 'مومن' کے بعد اس سلسلہ کی آخری کڑی 'منافق' کی پہچان اور مفہوم بچّوں کو بتایا گیا ہے۔ اور انگریزی میں منافق کو کیا کہتے ہیں سمجھایا گیا ہے۔

• ——— نقد و نظر :- ایک اردو اور ایک انگلش کتاب پر مختصر تبصرہ ہے۔ " غلامی کے افکار " ——— جناب حافظ محمد یعقوب تاجیک صاحب کی مختصر سی کتاب ہے۔ مودودی مرحوم کی تفسیر "تفہیم القرآن" کے غیر حقیقی معیار کا محققانہ جائزہ لے کر ثابت کیا گیا ہے کہ غلامی کے لئے یعنی غلام مردوں اور لونڈیوں کے بارے میں جو کچھ قرآنِ کریم میں حکم ہے مودودی صاحب نے اس کی تفسیر و تعبیر بالکل غلط کی ہے۔

• ——— دوسری کتاب "قراردادِ پاکستان" کی گولڈن جوبلی" (GOLDEN JUBILEE OF THE PAKISTAN RESOLUTION) ہے جس کے مصنّف جناب رفیع اللہ شہاب صاحب ہیں۔ کتاب ۲۴۰ صفحات پر مشتمل ہے، جس میں سے ۳۲ صفحات پر، برصغیر پاک و ہند میں اسلام کی نشاطِ ثانیہ کے لئے جدوجہد۔ آغاز سے لے کر ۶ راگست ۱۹۹۰ء تک کی یہاں کے مسلمانوں کی کارگزاریوں اور کامیابیوں کی تفصیل ہے۔

دسمبر

• ——— "لمعات" ملک میں نئی حکومت نے ذمّہ داریاں سنبھال لی ہیں اور طلوعِ اسلام نے اپنی دیرینہ صحافیانہ اور قرآنی فریضہ نبھاتے ہوئے نئی حکومت کو کچھ مشورے دیئے ہیں کچھ قومی مسائل کی طرف توجّہ دلائی ہے اور کچھ ان چیزوں کی طرف اشارہ کیا ہے جو عوام کو حکومت سے بددل بنا دیا کرتی ہیں۔

• ——— قانون کا شعور :- محترمہ ثریا عندلیب صاحبہ کا صرف ڈیڑھ صفحے کا مضمون ہے، جس میں قانون کی اہمیت کا احساس دلایا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ دنیا میں آج بھی وہی قوم سربلند ہے جو قانون کا شعور رکھتی

اور اس کا احترام کرنا جانتی ہے۔

• ——— زندگی کا مقصد :۔ محمد سلیم قمر صاحب نے قرآن کریم کے حوالوں سے یہ واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ پیدا ہونا، نشوونما پانا، نسل پیدا کرنا اور مرجانا۔ صرف اسی کا نام زندگی نہیں ہے، بلکہ انسانی زندگی کا مقصد اپنی "ذات" کی تکمیل کرنا ہے تاکہ آئندہ زندگی میں یہی ذات، سفر کے قابل ہو سکے اور یہ ذات اسی وقت نشوونما پاتی ہے جب انسان اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتا ہے اور دوسروں کے کام آتا ہے۔

• ——— قائدِ اعظم محمد علی جناح ؒ:۔ قائدِ اعظم ؒ کی کوئی مستند تاریخ ابھی تک منظرِ عام پر نہیں آئی اور یہ تاریخ اس وقت تک انصاف و عدل کے تقاضے بھی پورے نہیں کر سکتی۔ جب تک "طلوعِ اسلام" کی عینی شہادت اور بصیرتِ قرآنی سے قائدِ اعظم ؒ کی بلند و بالا شخصیت کو نہ جانچا جائے کہ طلوعِ اسلام، قائدِ اعظم ؒ علامہ اقبال ؒ ہی کا لگایا ہوا پودا ہے۔ اور قائدِ اعظم ؒ کو جتنا قریب سے یہ جانتا ہے کم ہی کوئی جانتا ہوگا۔ اس مضمون میں پرویز صاحب ؒ نے قائدِ اعظم ؒ کی شخصیت کے بہت سے پہلوؤں کو اجاگر کرتے ہوئے کہا ہے :۔

"آسمان کی نگاہوں نے اس صدی میں فراست و تدبّر کا اس سے عظیم تر شاہکار نہیں دیکھا اور مملکتِ پاکستان کا وجود اس کی فتحِ مبین کی زندہ شہادت ہے۔"

نہ ملتا گر یہ توبہ کا سہارا :۔ بشیر احمد عابد صاحب کا مضمون ہے۔ ہر چند کہ ادبی پیرایہ میں بات کا آغاز عابد صاحب نے اپنے ہمزاد سے کیا ہے اور مذہب پرستی، روائت و اسلاف پسندی اور پرویز ؒ کی طرف سے ان کی کوئی کتاب یا مضمون پڑھے بغیر مخالفت کا ذکر کیا ہے لیکن آہستہ آہستہ وہ تمام امتِ اسلامیہ کی زبوں حالی، اس کا سبب اور اس سے نجات کی طرف آتے ہیں اور فلاح و بقاء کی حقیقتیں واضح کرتے ہیں۔

• ——— قصاص اور دیت :۔ بشیر احمد عابد صاحب نے ایک خط کی شکل میں جناب چیف جسٹس وفاقی شرعی عدالت اور وزیرِ اعظم پاکستان کو قصاص اور دیت کے موجودہ شرعی آرڈیننس کے متعلق، قرآنی آرڈیننس کی یاد دہانی کرائی ہے، تاکہ اس مسئلہ کا حل ممکن ہو سکے۔

• ——— قانونِ وصیت :۔ علامہ پرویز ؒ کا بڑا ہی بصیرت افروز مضمون ہے جس میں قرآن کے متعدد حوالوں سے اس کی اہمیت کا احساس دلایا گیا ہے۔

• ——— حقائق و عبر :۔ بڑے ہی نازک اور بڑے ہی اہم موضوعات پر مختلف نظریوں اور فرقوں کی طرف سے جو اظہارِ خیال کیا گیا ہے طلوعِ اسلام نے مزاح اور طنز کے نشتر کی نوک سے "حقائق و عبر" میں تحریر کیا ہے۔ عنوانات ہیں۔ قرآنِ مجید کے بعد اصحّ ترین کتاب، سودی معاملات کے بارے میں صحیح احادیث کا فرقۂ اہلِ حدیث کی جانب سے انکار، جوئے کے جواز کے بارے میں علماء کا فتویٰ۔

——— سیاسی پارٹیاں :۔ ملک حنیف وجدانی صاحب نے پہلے تو یہ بتایا ہے کہ وفاقی شرعی عدالت میں سیاسی پارٹیوں کی شرعی حیثیت کے بارے میں زیرِ سماعت سوالات کیا کیا ہیں اور اس کے بعد ان سوالات کا قرآنی احکامات کی روشنی میں تجزیہ بھی کیا ہے، حل بھی بتایا ہے۔ مضمون قسط وار ہے۔ دوسری اقساط باقی ہیں۔

——— ایک خط ایک وضاحت :۔ روزنامہ "ڈان" کراچی کی ۳۱ اکتوبر کی اشاعت میں "شاتمِ رسولؐ کی سزا موت صرف موت ہونی چاہیئے" سے متعلق چند گزارشات شائع ہوئی ہیں۔ بشیر عابد صاحب نے اس مضمون میں بڑے اہم نکات بیان کئے ہیں اور درخواست کی ہے قانون میں اس قسم کی لچک موجود ہے کہ موت کے بجائے "عمر قید" کی سزا بھی دی جا سکتی ہے۔ لہٰذا اس لچک کو ختم نہ کیا جائے کیونکہ قرآنِ کریم میں گستاخِ رسولؐ کی سزا اور نوعیت کا ذکر واقع نہیں ہے اور اس کے ہر حکم میں لچک اور اصلاح مضمر ہے۔

——— "تقدیر" :۔ کرۂ ارض یا بنی نوعِ انسان کا سب سے قدیم اور سب سے نازک اور پسندیدہ موضوع یہی ہے لیکن بچوں کے لئے اسے جس انداز اور آسان زبان میں سمجھایا گیا ہے وہ پڑھنے سے تعلق رکھتا ہے اور بات فوراً سمجھ میں آجاتی ہے۔

——— SHARIAT AND IQBAL :۔ حسن منیرالدین قاضی صاحب کا انگریزی زبان کا مضمون ہے۔ بولتا ہوا عنوان ہے۔ شریعت بل جب سے سینیٹ نے پاس کیا ہے، اس پر عوام کا ردِ عمل مسلسل سامنے آرہا ہے اور قرآنی فہم رکھنے والا طبقہ ابتداء ہی سے اس کی خامیاں اور غیر قرآنی نکات کی طرف توجہ مبذول کرا رہا ہے ——— سینیٹر سمیع الحق اور قاضی عبداللطیف صاحب دونوں ہی حسین احمد مدنی مرحوم کے پیرو کار ہیں اور حسین احمد مدنی بانیٔ پاکستان اور علامہ اقبالؒ کے کٹر مخالفوں میں سے تھے۔ پاکستان چونکہ علامہ اقبالؒ کے خواب کی تعبیر اور تصورات کا ماحصل ہے، لہٰذا یہاں انہی کے پیش کردہ تصورِ قرآنی کو نافذ بھی ہونا چاہیئے ——— لیکن صورتِ حال اس کے برعکس ہے اور یہ مضمون اسی کی نشاندہی کرتا ہے۔

قارئینِ گرامی قدر! ۱۹۹۰ء میں "فکرِ قرآنی" کے پورے سفر کا احوال اور "طلوعِ اسلام ماہ بہ ماہ" کی مکمل کارگزاری آپ کے سامنے ہے ——— اس فکرِ قرآنی کے راستے کے پیچ و خم میں یقیناً کچھ فروگذاشتیں، کچھ کوتاہیاں اور بہت کچھ کمزوریاں بھی ہونگی کہ اس مقام کو ملکی میں دوچار بہت سخت مقامات بھی ضرور آتے ہیں۔ لیکن ایک بات آپ ضرور محسوس کریں گے کہ نصف صدی پیشتر جس فکر کی منزل علامہ محترم پرویز صاحبؒ کی نگاہوں میں تھی اور جس موڑ پر اسے وہ ہمارے سپرد کر کے رخصت ہوئے تھے۔ اسے فکرِ قرآنی کے پروانے بھولے نہیں ہیں نہ ان کی تحریک کسی مقام پر بھی رکی اور ٹھہری ہے بلکہ "حاملینِ پرچمِ تحریک" کے عزم مزید راسخ اور نگاہ

بلند سے بلند تر ہوتی جارہی ہے ــــــ اس کا اندازہ قلمکار حضرات کی تعداد اور ان کے مضامین کے عنوانات سے لگایا جاسکتا ہے۔سال بھر کے مضامین کی فہرست درج ذیل ہے۔

(۱) فکرِ قرآنی کا سفر (خود احتسابی کی نئی روایات کا آغاز (۲) قرآنی تعلیم بچوں کے لئے (۳) عورت کا قرآن (۴) زندول کا خدا (۵) ہمارا مقصدِ حیات کیا ہے؟ (۶) کیا ہمیں قرآن عزیز ہے؟ (۷) علامہ غلام احمد پرویزؒ کی شخصیت (۸) پیغام بہ ملتِ پاکستانیہ (نظم) (۹) واقم الصلوٰۃ لذکری (۱۰) واللہ خیر الرّازقین (۱۱) ایک کتاب جس نے زندگی بدل ڈالی (۱۲) فکری تکون (۱۳) حصولِ پاکستان کے بعد دو قومی نظریئے سے ہمارا مذاق (۱۴) تحریکِ پاکستان (۱۵) تحریکِ پاکستان کے مقاصد (۱۶) سیاسی جماعتیں اور اسلام (۱۷) قرآن مرکز اور صوبائیت (۱۸) منزل ہے کہاں تیری؟ (۱۹) حقیقت خرافات میں کھو گئی (۲۰) ملکی قانون اور حقوق نسواں (۲۱) اسلامی معاشرے میں عورت کا مقام (۲۲) امتی باعثِ رسوائی پیغمبر ہیں۔ (۲۳) قد افلح من زکّٰها (۲۴) شریعت کسے کہتے ہیں؟ (۲۵) شریعت بل اور قرآن کریم (۲۶) تازہ شریعت کرے ایجاد (۲۷) سنّتِ رسول سے انحراف (۲۸) تعمیرِ ملت (۲۹) اللہ کی رسّی (۳۰) سیادت (۳۱) دولت کی پیدا کردہ بیماریاں (۳۲) چوری کی سزا (۳۳) یوں بدل دیتے ہیں قرآن کا مفہوم (۳۴) طلوعِ اسلام اور اقبالؒ (۳۵) فہمِ قرآن (۳۶) حقوقِ انسانیت کا ضامن (۳۷) قوم، قومیت، دو قومی نظریہ (۳۸) اللہ کے دین کے مخالفین (۳۹) تغیرِ نفس (۴۰) السلام علیکم (۴۱) رونا چھوڑیئے جینا شروع کیجئے۔ (۴۲) وقت کے اہم ملی تقاضے (۴۳) تذبذب (۴۴) قانونِ وصیت (۴۵) قانون کا شعور (۴۶) زندگی کا مقصد (۴۷) نہ ملتا گر یہ توبہ کا سہارا (۴۸) قصاص اور دیت (۴۹) سیاسی پارٹیاں۔

انگریزی مضامین جو ۱۹۹۰ء میں طلوعِ اسلام کی زینت بنے۔

• QURANIC APPROACH TOWARDS CHANGE • AN EXERCISE IN SELF ANALYSIS • QURAN FAHMI • MEN FOR ALL SEASONS • • POLITICAL PARTIES IN ISLAM • FINANCIAL BILL 1990 • ECONOMICS IN THE SOCIAL STRUCTURE OF ISLAM. • SHARIAT AND IQBAL • ONLY ONE QUESTION.

بچوں کے لئے مضامین جو ۱۹۹۰ء میں طلوعِ اسلام میں شائع ہوئے:۔

(۱) اللہ کی آخری کتاب - قرآن کریم (۲) ایمان (۳) اسلام (۴) مسلم (۵) مومن (۶) منافق (۷) تقدیر (۸) حج (۹) وطن (۱۰) آزادی

عورتوں کے، اور عورتوں کے لیئے مضامین جو دامنِ طلوعِ اسلام میں محفوظ ہوئے۔

(۱) عورت کا قرآن (۲) زندوں کا خدا (۳) کیا ہمیں قرآن عزیز ہے؟ (۴) تحریکِ پاکستان (۵) منزل ہے کہاں تیری۔ (۶) اسلامی معاشرہ میں عورت کا مقام (۷) قرآن فہمی (انگریزی) (۸) قرآنک اپروچ ٹوورڈز چیلنج (انگریزی) (۹) عورت کا فریضۂ زندگی (۱۰) سیادت (۱۱) دولت کی پیدا کردہ بیماریاں (۱۲) MEN FOR ALL SEASONS (۱۳) اپنی بہنوں کے نام (۱۴) حقوقِ انسانیت کا ضامن (۱۵) رونا چھوڑئیے۔ جینا شروع کیجیے (۱۶) تذبذب (۱۷) قانون کا شعور (۱۸) ملکی قانون اور حقوقِ نسواں۔

-:- لکھنے والی نئی قرآنی بیٹیاں جو تحریکِ طلوعِ اسلام سے ۱۹۹۰ء میں وابستہ ہوئیں :-

۱۔ مس روبینہ صادق ۲۔ مس ریحانہ فردوس ۳۔ مس مدیحہ خان

-:- وہ قلمکار ساتھی جو ۱۹۹۰ء میں ماہنامہ طلوعِ اسلام میں لکھتے رہے :-

۱۔ محترمہ ثریا عندلیب ۲۔ محترمہ شمیم انور ۳۔ محترمہ عارفی سلطانہ ۴۔ محترمہ ڈاکٹر زاہدہ درانی ۵۔ محترمہ حمیدہ خاتون ۶۔ محترمہ نفیرہ ۷۔ محترمہ مدیحہ خان ۸۔ محترمہ ریحانہ فردوس، ۹۔ محترمہ روبینہ صادق ۱۰۔ قاسم نوری ۱۱۔ بشیر احمد عابد ۱۲۔ اعزاز الدین احمد خان ۱۳۔ عبید الرحمٰن آرائیں ۱۴۔ محمد ارشاد ۱۵۔ ظہیر نیاز بیگی ۱۶۔ آصف جاوید ۱۷۔ اختر وسیم ۱۸۔ محمد قاسم خاں ۱۹۔ ڈاکٹر صلاح الدین اکبر ۲۰۔ پیرزادہ محمد انور چشتی ۲۱۔ غلام رسول ازہر ۲۲۔ قمر پرویز ۲۳۔ عبداللہ ثانی ۲۴۔ وقار حسن ۲۵۔ محمد اقبال ۲۶۔ محمود الحسن ۲۷۔ ملک محمد حنیف وجدانی ۲۸۔ محمد عمر دراز ۲۹۔ محمد ارمغان ثاقب ۳۰۔ محمد اختر جاوید ۳۱۔ محمد رمضان قادری ۳۲۔ جسٹس (ریٹائرڈ) خلیل الرحمٰن چوہدری ۳۳۔ محمد اقبال چوہدری ۳۴۔ عبد الرحمٰن ۳۵۔ سردار حمید خاں، ۳۶۔ خادم علی جاوید ۳۷۔ شوکت امین شاہ ۳۸۔ اکبر سعید ۳۹۔ محمد سلیم قمر حسن معیز الدین قاضی اور علامہ اسلم جیراجپوریؒ اور علامہ غلام احمد پرویزؒ کے نام اور ان کی تحریریں وقتاً فوقتاً شائع ہوتی رہی ہیں۔

وہ ساتھی جو ۱۹۹۰ء میں ہم سے بچھڑ گئے :-

ملک ظہور احمد، رکن بزم راولپنڈی اور مرتب مطالب الفرقان، حافظ عبدالمجید چکوال، حکیم محمد حسن نظامی رکن بزم سرگودھا، منظور احمد رکن بزم کویت، والد گرامی نمائندہ بزم لندن، مقبول محمود فرحت، اور والدہ محترمہ رکن بزم لاہور اور لائبریرین محمد رفیق صاحب ۔ عبدالغنی خاں، چاہ میراں لاہور۔

اگر دو باتوں کا ذکر بطور خاص نہ کیا گیا تو میرے خیال میں یہ تبصرہ ادھورا رہ جائیگا۔

۱۔ محترم شیخ عبدالحمید صاحب جو تحریکِ طلوعِ اسلام کے نہ صرف دیرینہ رفیق و ساتھی ہیں بلکہ ادارہ سے ان کی وابستگی اور طویل خدمات تاریخ طلوعِ اسلام کا قابلِ قدر حصہ ہیں ـــــ کافی عرصہ سے بیمار ہیں اور ابھی تک بسترِ علالت پر دراز ہیں۔ اللہ تبارک و تعالیٰ انہیں صحت یاب فرمائے۔

۲۔ جناب محمد لطیف چوہدری صاحب ناظم ادارہ طلوعِ اسلام جو طلوعِ اسلام کی ادارت کے فرائض بھی انجام دے رہے ہیں ـــــــ ان کی شب و روز محنت، لگن اور جنون کی حد تک تحریک سے وابستگی لائقِ ستائش ہی نہیں لائقِ تبریک بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہمت و استقامت اور جذبہ و جنون کا مثالی پیکر بنائے۔ آمین!

قاسم نوری

یاد دہانی

۱۹۹۱ء کے لئے جن کرمفرماؤں کا زرِ شرکت ختم ہوگیا ہے۔ ان سے التماس ہے کہ وہ بذریعہ منی آرڈر یا ڈرافٹ مبلغ ۶۰ روپے اور بذریعہ چیک ۸۰ روپے ارسال فرماکر ممنون فرمائیں! ـــــ **یہی التماس** ـــــ ان حضرات کے لئے بھی ہے جنہیں پرچہ تحفتہً یا اعزازی طور پر بھجوایا جاتا رہا ہے!!

ایڈیٹر طلوعِ اسلام